

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے سوانح

مؤلف
مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم

۲۰۔ جامعہ روڈ، پشانی بازار، لاہور۔ فون: ۳۵۱۳۸۳

حضرت عبداللہ بن عمرؓ
توقیہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سواقصے

مؤلف
مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم

۲۰- نایب روڈ، پرائی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۱۲۲۸۳

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

کتاب	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ۱۰۰ قصے
مؤلف	مولانا محمد اویس سرور
باہتمام	مولانا محمد ناظم اشرف
ناشر	بیت العلوم - ۲۰ ناھد روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
	فون: 042-7352483

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ ناھد روڈ، پرانی انارکلی، لاہور	بیت الکتاب = گلشن اقبال، کراچی
ادارہ اسلامیات = ۱۱۹۰ انارکلی، لاہور	ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۳
ادارہ اسلامیات = موبن روڈ چوک اردو بازار، کراچی	مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۳
دارالاشاعت = اردو بازار، کراچی نمبر ۱	مکتبہ قرآن = بخاری ٹاؤن، کراچی
بیت القرآن = اردو بازار، کراچی نمبر ۱	بک سنٹر = 32 حیدر روڈ راولپنڈی

فہرست

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
	مقدمہ	
۱	مختصر حالات زندگی	۱۱
۲	نام و نسب	۱۷
۳	اسلامی تربیت کا حصول	۱۷
۴	غزوات میں شرکت	۱۸
۵	عہد فاروقی اور ابن عمرؓ	۱۹
۶	عہد عثمانی اور ابن عمرؓ	۲۰
۷	حضرت ابن عمرؓ کی علمی شان	۲۲
۸	احادیث بیان کرنے میں احتیاط	۲۲
۹	حضرت ابن عمرؓ بحیثیت فقیہ	۲۳
۱۰	لباس	۲۴
۱۱	حلیہ	۲۴
۱۲	انتقال پر ملال	۲۵
۱۳	ازواج و اولاد	۲۵
۱۴	تقدیر کے بارے میں سوال	۲۶
۱۵	اللہ کے لئے بغض	۲۶
۱۶	غلام کی امامت	۲۷
۱۷	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی آہ سحرگاہی	۲۷
۱۸	سورۃ اخلاص، تہائی قرآن کے برابر	۲۸
۱۹	حضرت ابن عمرؓ کا خوف آخرت	۲۸

۲۰	علوم شرعیہ کا خلاصہ، چند الفاظ میں	۲۹
۲۱	علمی امانت کا تقاضا، اظہارِ لاعلمی	۲۹
۲۲	چونتیس مہینے	۲۹
۲۳	حضرت ابن عمرؓ کی گہری سوچ	۳۰
۲۴	اجرو ثواب کے قیروط	۳۰
۲۵	حضرت ابن عمرؓ کے آنسو	۳۱
۲۶	حضرت عبداللہؓ کی بیٹی کے نکاح کا قصہ	۳۱
۲۷	خوفِ خدا سے چشمہ صد سنگ ابلتے دیکھا	۳۲
۲۸	حضرت ابن عمرؓ کی ایب دعا	۳۳
۲۹	رخصت کرنے کا سنت طریقہ	۳۴
۳۰	ایک ویران جگہ سے گزر	۳۴
۳۱	مرنے کے بعد ابو جہل کی حالت	۳۵
۳۲	شیر کی گردن پر ابن عمرؓ کا تھپڑ	۳۵
۳۳	خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت	۳۶
۳۴	حضرت ابن عمرؓ کا زہد	۳۶
۳۵	حضورؐ حضرت ابن عمرؓ کا اکرام کرتے ہیں	۳۷
۳۶	مجلس امیر کے آداب	۳۷
۳۷	نفاق کی ایک صورت	۳۸
۳۸	حضرت عمرؓ کے آخری لمحات	۳۸
۳۹	مصر کے سفر کا ایک واقعہ	۴۰
۴۰	والد محترم کی معیت میں	۴۱
۴۱	دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا	۴۲

۴۲	حضرت ابن عمرؓ کی تواضع	۴۲
۴۲	راہِ وفا میں اہل دل	۴۳
۴۳	دستِ مصطفیٰ ﷺ کا بوسہ	۴۴
۴۴	جنگِ یمامہ کا ایک واقعہ	۴۵
۴۶	کرتے کی گھنڈیاں	۴۶
۴۶	حکمِ الہی کی اطاعت کا جذبہ	۴۷
۴۶	محبوب ترین اموال کا صدقہ	۴۸
۴۸	مال کا فتنہ	۴۹
۴۸	مچھلی کھانے کی خواہش	۵۰
۴۹	سواؤنیوں کا صدقہ	۵۱
۴۹	انگور کا خوشہ	۵۲
۵۰	حضرت ابن عمرؓ کے روزے	۵۳
۵۰	اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ	۵۴
۵۰	قیموں کا خیال	۵۵
۵۱	کھانا نہ کھانے کی انوکھی وجہ	۵۶
۵۲	نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز	۵۷
۵۲	ثرید کا پیالہ	۵۸
۵۳	مسکینوں سے محبت	۵۹
۵۳	حضرت ابن عمرؓ کی فرمانبرداری	۶۰
۵۳	آخرت کا نفع	۶۱
۵۳	دس ہزار درہم کا صدقہ	۶۲
۵۵	حضرت ابن عمرؓ اور اتباعِ رسولؐ	۶۳

۶۴	حضرت عبداللہؓ کے اونٹ	۵۶
۶۵	مکاتب غلام	۵۷
۶۶	دنیا کی آلائشوں سے اجتناب	۵۷
۶۷	حضور ﷺ کی حضرت ابن عمرؓ کو نصیحت	۵۸
۶۸	حضرت ابن عمرؓ کا سالن	۵۹
۶۹	دوسرے مسلمانوں کو اپنی ذات پر ترجیح	۶۰
۷۰	شکم سیری سے اجتناب	۶۱
۷۱	کھانا ہضم کرنے کی دوا	۶۱
۷۲	کھانے کی خواہش اور حضرت عمرؓ کی تنبیہ	۶۲
۷۳	ابن عمرؓ کی بیٹے کو نصیحت	۶۲
۷۴	ابن عمرؓ کی حضور ﷺ سے محبت	۶۳
۷۵	حضرت ابن عمرؓ کے بچپن کا ایک واقعہ	۶۳
۷۶	حضرت ابن عمرؓ کا شوق جہاد	۶۴
۷۷	اتباع سنت کا اہتمام	۶۵
۷۸	فتح مکہ کے موقع پر.....!	۶۵
۷۹	صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان	۶۶
۸۰	حضرت عمرؓ کی جانشینی	۶۶
۸۱	حضرت ابن عمرؓ کی وسعت علمی	۶۷
۸۲	ناسخ و منسوخ کے عالم	۶۸
۸۳	امیر کی اطاعت	۶۸
۸۴	حضرت ابن عمرؓ اور کثرت اسلام	۶۹
۸۵	حضرت ابن عمرؓ کا انداز تعلیم	۷۰

۸۶	فتویٰ دینے میں احتیاط	۷۰
۸۷	حضرت ابن عمرؓ کی خشیت و خوف خدا	۷۱
۸۸	واقف ہوا اگر لذت بیداری شب سے	۷۲
۸۹	تیرے نقش پا کی تلاش میں	۷۳
۹۰	رجل صالح کی سند	۷۴
۹۱	تو بچا بچا کے نہ رکھا اسے.....	۷۵
۹۲	حضرت ابن عمرؓ کی دعا	۷۵
۹۳	بہترین نمونہ	۷۶
۹۴	مشتبہات سے اجتناب	۷۷
۹۵	صدقہ کا غلام	۷۸
۹۶	پھولدار فرش سے نفرت	۷۸
۹۷	نقش و نگار سے اجتناب	۷۸
۹۸	محبوب اموال کا صدقہ	۷۸
۹۹	محتاجوں کی اعانت	۷۹
۱۰۰	حضرت ابن عمرؓ کی فیاضی و سیرچشی	۸۰
۱۰۱	مہمانی، تین دن ہوتی ہے	۸۱
۱۰۲	باپ کے احباب سے صلہ رحمی	۸۱
۱۰۳	اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے	۸۲
۱۰۴	اہل بیت سے محبت	۸۲
۱۰۵	حضور اللہ ﷺ کے منسوبات سے محبت	۸۲
۱۰۶	چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا	۸۳
۱۰۷	حقوق انسانیت کا احترام	۸۴

۸۵	ابن عمرؓ کے اخلاق کریمانہ	۱۰۸
۸۶	لوگوں کی حضرت ابن عمرؓ سے محبت	۱۰۹
۸۶	اہل مدینہ کی دعوت	۱۱۰
۸۷	خط لکھنے کا مسنون طریقہ	۱۱۱
۸۷	ابن عمرؓ کی اپنے بیٹے سے ناراضگی	۱۱۲
۸۹	حضرت ابن عمرؓ کی فراست و حاضر جوابی	۱۱۳
۸۹	حضرت ابن عمرؓ کے معمولات یومیہ	۱۱۴
۹۰	شاگردوں کی اصلاح کا اہتمام	۱۱۵
۹۰	حضرت ابن مسعودؓ سے تعلق خاطر	۱۱۶
۹۱	اہل یمن کی ایک فضیلت	۱۱۷
۹۱	اکابرین سے قلبی تعلق و عقیدت	۱۱۸
۹۲	حضرت عمرؓ کا کرتہ	۱۱۹
۹۲	سفر آخرت	۱۲۰
۹۶	فہرست المراجع	۱۲۱

مقدمہ

﴿إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا ضَلَالَ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا.﴾

حمد و صلوة کے بعد!

دین اسلام کا بنیادی مقصد لوگوں کو سیدھے راستہ کی راہ نمائی فراہم کرنا اور انہیں باطل کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے نکال کر حق کی دیدہ زیب روشنیوں میں لانا قرار دیا گیا ہے، اس کے نتیجے میں انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے سرفراز کرنا، سعادت دائمی کا حامل بنانا اور ایک صالح اور یکتا معاشرہ کا قیام اسلامی نظریہ حیات ہے۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی سرکارِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ کے مقصدِ بعثت کو اس تعبیر قرآنی کے ساتھ واضح کر دیا:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ
قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (سورۃ الحجۃ: ۲)

”وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو)
پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان
کو پاک کرتے ہیں اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور
اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے“

لہذا لوگوں کو توحید و عبادت الہی کی طرف دعوت دینا، ان کے نفوس کا تزکیہ کرنا، مزاج
انسانی اور معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہر چیز کا قلع قمع کرنا آنحضرت ﷺ کا مقصد
رسالت قرار دیا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے اس مقصد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دن رات ترویج اسلام کے لئے
جدوجہد فرمائی، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی لاثانی قربانیوں، مخلصانہ جدوجہد اور للہیت
سے بھرپور محنت و دعوت کو قبول فرمایا اور ایک مبارک جماعت کو کھڑا کیا جو مقصد پیغمبر ﷺ کو
لے کر حرکت میں آئی اور روئے زمین کے چپہ چپہ تک پیغام حق کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔
نبی کریم ﷺ کی نگاہ پر انوار نے ان مقدس ہستیوں میں وہ بجلیاں بھردی تھیں کہ قیصر و کسری
کے بالا خانوں میں ان کا رعب اور ہیبت محسوس کی جاسکتی تھی۔

اس جماعت پیغمبر کے تربیت یافتہ افراد نے دین حنیف کی آبیاری کے لئے نفس و
نفیس کو قربان کیا اور پرچم اسلام کو کفر کے قلعوں میں گاڑ کر ہی دم لیا۔ یہ حضرات اپنے تن من
دھن کو اللہ کے دین کے لئے لٹاتے رہے اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ محمد ﷺ کے ساتھی ایسے
جانشین اور وفادار ہیں کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو ایسے ساتھی میسر نہیں آئے۔ ان حضرات
کی محنت و برکت سے اسلام ایک ایسا دریا ثابت ہوا جس سے اٹھنے والی موج تند جولاں
سے نہنگوں کے نشین تہ و بالا ہو گئے۔

جو نبی ایمان نے ان کے قلوب میں جگہ پکڑی یہ خدائے وحدہ لا شریک لہ پر یقین محکم کی

نعت عظمیٰ سے سرفراز ہوتے چلے گئے اور قرآن کی زبانی ان کی عظمت کے نغمے گونجنے لگے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا
ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (التوبة: ۱۰۰)

”جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکو کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے“

ایک جگہ یوں عدالت و عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعلان ہوتا ہے:

﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ
وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ
الرَّاشِدُونَ﴾ (الحجرات: ۷)

”لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو ایک محبوب چیز بنادیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجادیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا، یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں“

یہ ارشاد ربانی بھی ملاحظہ ہو:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ﴾ (الفتح: ۲۹)

”محمد خدا کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے

حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں، (کثرت) سجود کی وجہ سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں“

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
ہو رزم حق و باطل تو فولاد ہے مومن

ہر مسلمان کے لئے اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنانا اور ان کے نشان قدم کی پیروی کرنا لازم قرار دیا گیا، ہم پر لازم ہیں کہ ہم حکمت صدیق اکبر، چنگی فاروق، حیاء عثمان، علم علی، نرمی حسن، مضبوطی حسین، سیاست معاویہ، شجاعت حمزہ، تقویٰ معاذ، یقین عباس، تفقہ ابن مسعود، توکل ابو ہریرہ، زہد ابی ذر، سخاوت عبدالرحمن، عبادت ابن عمر، تواضع انس، صدق حذیفہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہر خوبی کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں۔

اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنانے کے لئے مسلمان کو جن اسباب کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و سیرت کا مطالعہ ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں ایسے خلفاء، علماء قضاۃ، حکماء اور بہادر لوگوں کے تذکرہ اور حالات سے روشناس کراتا ہے جن کے دل نور ایمانی سے روشن، جن کی جبین سجود عاشقانہ سے مزین، جن کے دل محبت رسول سے سرشار، جن کی زبانیں ذکر الہی سے معمور اور جن کے اعضاء اطاعت الہی میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی روشنی کا مینار اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم اہدیتم﴾

”میرے صحابہ رضی اللہ عنہم (ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی

اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے“

زیر نظر کتاب بھی اس کا روان علم و آگہی کے ایک فرد مبارک کے تذکرہ پر مشتمل ہے،

جن کا نام نامی ”عبداللہ بن عمرؓ“ ہے۔ حضور ﷺ کے افعال واقوال کی اتباع کا کثیر حصہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے دامن نصیب میں آیا جس کی وجہ سے آپ ”اتبیع الصحابة بالسنة“ (صحابہ میں سب سے زیادہ سنت کی پیروی کرنے والے) کے لقب سے ملقب ہیں۔ آپ ”علم تفسیر وحدیث میں ایک ممتاز مقام کے حامل تھے، علم فقہ میں تعمق کا یہ عالم تھا کہ بہت سے اکابر صحابہ وتابعین پیچیدہ مسائل میں آپ کے فتاویٰ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ فقہ مالکی جو کہ اس وقت دنیا کے بہت سے ممالک میں رائج ہے اس کی بہت سی روایات اور مسائل کا دار و مدار حضرت ابن عمرؓ کی تعلیمات پر ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ممتاز شاگرد حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ چار مہینے میں تفسیر وتاویل کے ساتھ پڑھی ہے“

ابن سیرین کا قول ہے:

”صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک مناسک حج کے سب سے بڑے

عالم حضرت عثمان اور ان کے بعد ابن عمر ہیں“

میمون بن مہران جب ابن عباس اور ابن عمرؓ کا تذکرہ کرتے تو فرماتے:

”ابن عمر تقویٰ میں اور ابن عباس علم میں آگے ہیں“

عمر بن دینار کہتے ہیں:

”ابن عمرؓ نو جوان فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے“

ابن سیرین کی محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ دعا کیا کرتے تھے:

”اے اللہ! تو جب تک ابن عمرؓ کو زندہ رکھے مجھے بھی زندہ رکھ

تاکہ میں ان کی اقتداء کرتا رہوں“

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ:

”ہم لوگوں میں ابن عمرؓ سے زیادہ اپنے نفس پر قابو رکھنے والا کوئی نہیں ہے“

شععی کہتے ہیں:

”اگر میں کسی کے جنتی ہونے کی گواہی دیتا تو ابن عمرؓ کے بارے میں دیتا“

اس کتاب میں علم و عمل کے عظیم پیکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ سے منتخب کردہ سو قصوں کو حدیث و سیر کی مستند ترین کتابوں سے جمع کیا گیا ہے۔ اس میں ان تمام پہلوؤں کو سامنے لانے کی بھرپور کوشش کی گئی جو کسی نہ کسی انداز میں پڑھنے والوں کے دل پر دستک دیں اور عمل کے جذبہ کو ابھارنے میں مددگار ثابت ہوں۔ قارئین سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ مرتب کی طرف سے کوئی کوتاہی سامنے آئے تو ایک طالب علم کی لغزش قلم سمجھ کر اسے معاف فرمائیں اور اگر کوئی بات فائدہ دے جائے اور عمل صالح کا ذریعہ بن جائے تو راقم ہی کی انتہائے تمنا یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو سمجھیں، ان کی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں اور انہی کے نقش قدم پر چلیں، اللہ ہماری زندگی سے باطلوں کو لوگوں کے باطل طریقے نکال دے اور سچے لوگوں کے نورانی طریقوں کو ہماری زندگی میں زندہ کر دے.....

ایں دعا ازمن وازجملہ جہاں آمین باد

اللہ تعالیٰ بیت العلوم کے ارباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے واقعاتی طرز تحریر پر مشتمل سیرت نگاریوں کا ایک بہت عمدہ سلسلہ شروع کیا ہے، بیت العلوم سے اب تک بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سو سو قصے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ اشاعت خلفائے راشدین کے قصوں سے شروع ہوئی تھی لیکن قارئین کی پسندیدگی کے پیش نظر اب یہ سلسلہ کافی وسعت اختیار کر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی تمام دینی و اصلاحی کاوشوں کو قبول فرمائے اور دین و علم کی مزید خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے

یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

محمد اویس سرور

فاضل و مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت عبداللہ بن عمرؓ

مختصر حالات زندگی

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

نام و نسب:

عبداللہ نام، ابو عبد الرحمن کنیت، آبائی سلسلہ نسب یہ ہے۔ عبداللہ بن عمر بن خطاب ابن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔ ماں کا نام زینب تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، زینب بنت مطلقون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمع بن عمرو بن حصین۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غزوہ احد میں جو سترھ برس میں پیش آیا، چودہ برس کے تھے، اس حساب سے ان کی پیدائش کا تخمینہ زمانہ بعثت کا دوسرا سال ہے اور ۱۱ برس نبوی میں جب حضرت عمرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے تو ابن عمرؓ کا سن تقریباً پانچ برس کا ہوگا۔

اسلامی تربیت کا حصول:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہوش سنبھالا ہی تھا کہ اپنے گھر کے در و دیوار پر اسلام کو پرتو لگن دیکھا اور اسلام ہی کے دامن میں ان کی نشوونما ہوئی بعض روایتوں میں ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے مگر صحیح یہ ہے کہ انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے ساتھ اس طرح اسلام قبول کیا تھا، جس طرح خاندان کے بڑے بزرگ کے تبدیل مذہب پر گھر کے کمن بچے بھی غیر شعوری طور سے اپنے مذہب کو بدل ڈالتے ہیں جن غیر معتبر راویوں نے (حضرت عمرؓ سے قبل) حضرت ابن عمرؓ کے اسلام کا واقعہ نقل کیا ہے۔ درحقیقت ان کو بیعت رضوان کے واقعہ کے ساتھ التباس ہوا ہے، صحیح

بخاری میں خود حضرت ابن عمرؓ کی زبانی منقول ہے کہ جب میرے باپ مسلمان ہوئے تو میں چھوٹا بچہ تھا، ظاہر ہے کہ ایک چھوٹا بچہ حق و باطل کی تمیز کی وہ حرکت نگاہ نہیں رکھتا، جو اس زمانہ میں اس کو کسی کے بذات خود رد و قبول پر آمادہ کر سکے۔

انوار اسلام کی چمک کے ساتھ ساتھ مشرکین کے ظلم و طغیان کی گرج بھی برابر بڑھتی گئی اور حضرت عمرؓ اور ان کا خاندان بھی ان کی ستم گریوں سے محفوظ نہ رہا اس لئے حضرت عمرؓ نے بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی۔

غزوات میں شرکت:

ہجرت کے بعد حق و باطل کی پہلی آویزش غزوہ بدر ہے، ابن عمرؓ کی کل عمر ۱۳ سال کی تھی، تاہم جانبازی کے شوق میں شرکت کی درخواست کی، صغیر السن ہونے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے قبول نہ فرمائی۔

اس کے ایک سال بعد دوسرا معرکہ احد میں ہوا۔ اس میں بھی انہوں نے اپنا نام پیش کیا مگر چونکہ چودہ سال سے متجاوز نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے اس مرتبہ بھی ان کی درخواست مسترد ہوگئی۔ احد کے دو سال بعد ۵ھ غزوہ خندق میں ان کی عمر پندرہ سال پوری ہو چکی تھی چنانچہ وہ سب سے پہلا معرکہ ہے جس میں ان کو سرکار رسالت سے شرکت کی اجازت ملی۔

اس کے بعد غزوہ خیبر میں بھی وہ مجاہدانہ شریک ہوئے اور اس سفر میں آنحضرت ﷺ نے حلال و حرام کے جو بعض خاص احکام جاری فرمائے وہ ان کے راوی ہیں۔

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں بھی صف آرا تھے، چنانچہ حنین کی واپسی کے بعد کے واقعات کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ جب ہم غزوہ حنین سے لوٹے تو حضرت عمرؓ نے اعتکاف کی نذر کے متعلق پوچھا جو جاہلیت کے زمانہ میں پالی تھی، آنحضرت ﷺ نے اس کے پورا کرنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد طائف کا محاصرہ ہوا، اس محاصرہ میں بھی ابن عمرؓ پیش پیش تھے، چنانچہ اس محاصرہ کے واقعات بیان کرتے تھے کہ جب محاصرہ میں مسلمانوں کو کامیابی نہ ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل محاصرہ اٹھا کر واپس ہو جائیں

گے، یہ ارشاد لوگوں پر گراں گذرا انہوں نے عرض کیا، کیا بغیر فتح کئے ہوئے لوٹ چلیں؟ آپ نے فرمایا اچھا کل پھر لڑو، چنانچہ دوسرے دن لڑے اور فتح کے بجائے الٹے زخمی ہوئے، آپ نے پھر فرمایا کہ انشاء اللہ کل واپس جائیں گے، اس مرتبہ لوگوں نے بخوشی منظور کر لیا، اس پر آپ مسکرا دیئے۔

جۃ الوداع آنحضرت ﷺ کا آخری حج تھا، اس میں مسلمانوں کا جم غفیر آپ کے ہمراہ تھا، حضرت ابن عمرؓ بھی اس شرف میں شریک تھے، چنانچہ جۃ الوداع کے واقعات میں ان کا بیان ہے کہ جۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ اور بعض صحابہؓ نے بال منڈائے تھے اور بعضوں نے صرف ترشوانے پر اکتفا کیا تھا۔

۹ھ میں غزوہ تبوک پیش آیا۔ اس میں آنحضرت ﷺ نے ۳۰ ہزار کی جمعیت کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کے لئے تبوک کا رخ کیا تھا، حضرت ابن عمرؓ اس میں بھی شریک تھے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ حجر کی طرف گذرے تو فرمایا ان لوگوں کے مسکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے (خدا کی نافرمانی کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا کہ مبادا تم بھی اس عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے، اگر گذرنا ہے تو خشیت الہی سے روتے ہوئے گذر جاؤ۔

غرض غزوہ خندق سے لیکر آخر تک آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ایسی بڑی مہم نہ تھی جس میں انہوں نے شرکت کی عزت حاصل نہ کی تھی۔

عہد فاروقی اور ابن عمرؓ:

عہد فاروقی کی بعض فتوحات شریک رہے لیکن محض ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے۔ نافع کا بیان ہے کہ جب ابن عمرؓ نہادوند کی جنگ میں شریک ہوئے اور بیمار پڑ گئے تو پیاز کو دھاگے میں پرو کر دوا میں پکاتے تھے، جب اس میں پیاز کا مزہ آ جاتا تھا تو اس کو نکال کے دوا پی لیتے تھے، شام اور مصر کی فتوحات میں بھی شرکت کا پتہ چلتا ہے لیکن ان فتوحات میں ان کا کوئی نمایاں کارنامہ نہیں ہے اور اس زمانہ میں سلطنت کے انتظامی امور میں بھی انہوں نے کوئی حصہ نہیں لیا غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے

عزیزوں کو اس میں پڑنے نہ دیتے تھے، تاہم جہاں امت کے نفع و نقصان کا کوئی سوال پیش آ جاتا تو حضرت ابن عمرؓ اپنے والد بزرگوار کی سخت گیری کے خطرہ کو برداشت بھی کر لیتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمرؓ کا وقت آخر ہوا اور ابن عمرؓ کو اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کسی کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا خیال نہیں رکھتے جس سے ان کے خیال میں آئندہ مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا تو ڈرتے ڈرتے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا بیان ہے کہ میں یہ جرات تو کر گیا مگر مارے خوف کے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اٹھا رہا ہوں، میں پہنچا تو پہلے حضرت عمرؓ لوگوں کے حالات پوچھتے رہے، پھر میں نے جرات کر کے عرض کی کہ میں لوگوں کی چہ میگوئیاں گوش گزار کرنے حاضر ہوا ہوں ان کا خیال ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین منتخب نہ فرمائیں گے، فرض کریں کہ وہ چرواہا جو آپ کی بکریوں اور اونٹوں کو چراتا ہے، اگر گلہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا جائے تو ریوڑ کا کیا حشر ہوگا؟ اسی حالت میں انسانوں کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے! حضرت عمرؓ نے اس معقول استدلال کو پسند کیا، پھر کچھ سوچ کر بولے خدا خود اپنے گلہ کا نگہبان ہے، اگر میں کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کروں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی نامزد نہیں فرمایا تھا اور اگر کرجاؤں تو بھی کوئی حرج نہیں کہ ابو بکرؓ نامزد کر گئے تھے، ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کا نام لیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ پر کسی کو ترجیح نہ دیں گے اور کسی کو اپنا جانشین خود نہ بنائیں گے چنانچہ انہوں نے اپنے بعد اپنی جانشینی کا مسئلہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے سپرد کر دیا، جس میں متعدد اکابر صحابہ شامل تھے۔

عہد عثمانی اور ابن عمرؓ:

ابن عمرؓ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد سب سے پہلے انتخاب خلیفہ کی مجلس شوریٰ میں نظر آتے ہیں، کیونکہ حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب میں عبداللہ بحیثیت مشیر شریک ہوں، مگر صرف مشورہ دے سکتے ہیں خلیفہ نہیں نامزد

کئے جاسکتے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ان کو ملکی معاملات میں حصہ لینے کا موقع ملا، مگر انہوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا حضرت عثمانؓ نے قضاء کا عہدہ پیش کیا، انہوں نے معذرت کر دی کہ ”میں نہ دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں، اور نہ دو شخصوں کی امامت کرتا ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک جاہل جس کا ٹھکانا دوزخ ہے، دوسرا عالم مائل الی الدنیا، اس کا مستقر بھی دوزخ ہے، تیسرا جو اجتہاد کرتا ہے اور صحیح رائے قائم کرتا ہے اس کے لئے نہ عذاب ہے نہ ثواب“ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تمہارے باپ تو فیصلہ کرتے تھے، بولے یہ صحیح ہے، لیکن جب ان کو کسی پیچیدہ بات میں دشواری پیش آتی تھی تو آنحضرت ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ کو دشواری ہوتی تھی تو جبریل علیہ السلام سے دریافت فرماتے تھے میں کس طرف رجوع کرونگا؟ کیا آپ نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا کہ جس خدا کی پناہ مانگی اس نے پناہ کی جگہ پناہ مانگی، اس لئے خدا را مجھ کو کہیں کا عامل نہ بنائیے ان کے انکار پر حضرت عثمانؓ نے زیادہ اصرار نہیں کیا، البتہ یہ عہد لے لیا کہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔

مگر ملکی انتظام سے اس کنارہ کشی کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ میں برابر شریک ہوتے رہے چنانچہ ۳۷ھ میں، افریقہ (تیونس) الجزائر، مراکش، کی مہم میں شریک ہوئے، پھر ۳۸ھ میں خراساں اور طبرستان کے معرکوں میں سعید بن عاصؓ کے ساتھ ہے، جب فتنہ و فساد شروع ہوا تو بالکل کنارہ کش ہو گئے اور پھر کسی چیز میں حصہ نہ لیا، اسی احتیاط کی بنا پر خلافت کے اعزاز سے بھی انکار کر دیا، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ امیر ابن امیر ہیں ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہیں فرمایا، جہاں تک میرے امکان میں ہے اپنے لئے ایک مچھر کے برابر بھی خون نہ بہنے دوںگا، لوگوں نے دھمکی دی کہ آپ اس بارگراں کو نہیں سنبھالتے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے لیکن انہوں نے اس دھمکی کی بھی مطلق پرواہ نہ کی اور خلافت جیسے رفیع اعزاز سے جو اس وقت فتنوں کا مرکز بن گیا تھا خود کو بچائے رکھا۔

حضرت ابن عمرؓ کی علمی شان:

حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت ﷺ کی صحبت، آپ کی بارگاہ کی دائمی حاضری، سفر و حضر کی ہمراہی، فاروق اعظمؓ کی تعلیم و تربیت اور خود ان کی تلاش و جستجو نے مذہبی علوم کا دریا بنادیا تھا، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کا بحر بے کراں تھے، آپ کا شمار علمائے مدینہ کے اس زمرہ میں تھا، جو علم و عمل کے مجمع البحرین سمجھے جاتے تھے۔

احادیث بیان کرنے میں احتیاط:

اس فضل و کمال، اس وسعت علم اور اس وقت نظر کے باوجود حدیث بیان کرنے میں حد درجہ محتاط تھے، محمد بن علی راوی ہیں کہ صحابہ کی جماعت میں ابن عمرؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے میں کوئی محتاط نہ تھا، وہ حدیث میں کمی و بیشی سے بہت ڈرتے تھے۔ ابو جعفر کا بیان ہے کہ ابن عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں میں کمی و زیادتی سے بہت زیادہ خائف رہتے تھے۔

سعید اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ حدیث نبویؐ میں ابن عمرؓ سے زیادہ محتاط میری نظر سے کوئی نہیں گذرا، اس لئے آپ عام طور پر حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے تھے۔

مجاہد کا بیان ہے کہ مدینہ کے راستہ میں میرا اور ابن عمرؓ کا ساتھ ہوا، اس درمیان میں انہوں نے صرف ایک حدیث بیان کی۔

امام شعبی کا بیان ہے کہ میں ایک سال تک عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا لیکن انہوں نے کوئی حدیث نہیں بیان کی، اس کا یہ مقصد نہیں کہ وہ روایت حدیث کو برا سمجھتے تھے یا کم بیان کرتے تھے بلکہ بلا ضرورت نہیں بیان کرتے تھے۔

وہ احادیث کو آنحضرت ﷺ کے الفاظ میں روایت کرنا ضروری سمجھتے اور اس میں تغیر پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ عبید بن عیسرؓ حدیث سنا رہے تھے

”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل النافق كشاة من بين

ربیصتین اذا اذا انت هولاء نطحتھا“ حضرت ابن عمرؓ نے فوراً ٹوک دیا کہ یہ حدیث اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے ”مثل المنافق بین غنمین“ عبیدہ عمر میں آپ سے بڑے تھے، اس لئے ان کو غیرت آگئی، بہت براہم ہوئے، ان کے اس بے جا غصہ کا یہ جواب دیا کہ اگر میں نے آنحضرت ﷺ سے اس طریقہ سے نہ سنا ہوتا تو نہ تردید کرتا۔

اس احتیاط کی بنا پر اکابر علماء آپ کی مرویات کو اتنی قابل اعتماد سمجھتے تھے کہ پھر کسی مزید توثیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی، امام شعی فرماتے تھے کہ ابن عمرؓ کی روایت بہت درست ہوتی تھی، ابن شہاب زہریؒ ان کی رائے کے بعد پھر کسی دوسری رائے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، موطا امام مالک جس کو امت نے صداقت اور وثوق میں بہت بڑا درجہ دیا ہے زیادہ تر ان کی ہی روایات پر مشتمل ہے، خصوصاً وہ روایات جو حضرت ابن عمرؓ سے ان کے خادم و شاگرد نافع نے بیان کی ہیں اور ان سے امام مالک نے سنا ہے حضرت ابن عمرؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تقریباً پندرہ برس رہے، پھر شیخین کا پورا زمانہ دیکھا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں گویا تیس برس رہے، پھر حضرت نافعؒ ابن عمرؓ کی صحبت میں تیس برس رہے پھر امام مالک حضرت نافعؒ کے حلقہ درس میں بارہ برس بیٹھے، اسی طرح مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کا سلسلہ محدثین کے نزدیک سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے اور بجا کہا جاتا ہے کہ:

این سلسلہ از طلائے ناب است این خانہ تمام آفتاب است

”یہ لڑی سونے کی لڑی ہے اور یہ گھر (ہدایت کا) آفتاب ہے“

ذات نبوی کے علاوہ آپ کے شیوخ میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عمرؓ، مسعودؓ، بلالؓ، صہیبؓ، رافع بن خدیجؓ، عائشہؓ اور حفصہؓ جیسے اکابر امت ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ، بحیثیت فقیہ:

حدیث کے بعد فقہ کا درجہ ہے کہ اسی پر تشریح اسلامی کا دار و مدار ہے، حضرت ابن عمرؓ کو فقہ فی الدین میں درجہ کمال حاصل تھا، آپ کی ساری عمر علم و افتاء میں بسر ہوئی۔ مدینہ

کے ان مشہور صاحب فتاویٰ صحابہ رضی اللہ عنہ میں جن کے فتاویٰ کی تعداد سب سے زیادہ ہے ایک ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، فقہ مالکی جو ائمہ اربعہ میں سے ایک امام، امام مالکؒ کی فقہ ہے، اس کا تمام تر دار و مدار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ پر ہے اس بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ائمہ دین میں تھے، ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے، کبار کی رائے ہے کہ تنہا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال، اسلامی مسائل کے حل کے لئے کافی ہیں۔

لباس:

لباس بہت معمولی پہنتے تھے، عموماً قمیص ازار، اور سیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے، چیل پہنتے تھے، ازار نصف پنڈلی تک ہوتا تھا، رنگوں میں زرد رنگ استعمال کرتے تھے کہ خود حضور ﷺ کو بھی یہ رنگ پسند تھا، کبھی کبھی بیش قیمت لباس بھی پہن لیتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ میں نے ان کو پانچ سو کی چادر اوڑھے دیکھا ہے، انگوٹھی بھی رکھتے تھے، جس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کندہ تھا، مگر وہ صرف مہر وغیرہ کے وقت کام آتی تھی، پہنتے نہ تھے۔

حلیہ:

شکل و صورت میں وہ اپنے والد بزرگوار سے بہت مشابہ تھے، دراز قامت اور بھاری بھر کم تھے، رنگ گندمی تھا، کندھوں تک کا کلیں تھیں، کبھی کبھی مانگ بھی نکالا کرتے تھے، داڑھی بقدر ایک مشت رکھتے تھے، مونچھیں اس قدر گہری کترواتے تھے کہ لبوں کی سفیدی نمایاں ہو جاتی تھی، زرد خضاب کرتے تھے۔

انتقال پر ملال:

۴۷ھ میں تراسی چوراسی برس کی عمر میں وفات پائی، وفات کا واقعہ یہ ہے کہ حج کے زمانہ میں ایک شخص کے نیزہ کی نوک جوڑ ہر میں بچھی ہوئی تھی ان کے پاؤں میں چبھ گئی یہ زہر ان کے جسم میں سرایت کر گیا اور یہی زخم ان کی موت کا باعث ہوا، وفات کے بعد وصیت کے مطابق لوگوں نے حرم کے باہر دفن کرنا چاہا، مگر حجاج نے مداخلت کی اور خود ہی

نماز جنازہ پڑھالی، مجبوراً ”فح“ نامی مہاجرین کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا
اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر
ہائے وہ میر کارواں نہ رہا

ازواج و اولاد:

ابن عمرؓ کی متعدد بیویاں تھیں، جن سے بارہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں، ابو بکر، ابو عبیدہ، واقد، عبداللہ، حفصہ اور سودہ بنت ابی عبیدہ کے بطن سے تھے، عبدالرحمن ام علقمہ بنت علقمہ کے بطن سے تھے، سالم عبید اللہ ابوسلمہ اور قلابہ مختلف لونڈیوں کے بطن سے تھے۔

ہیہات لایاتی الزمان بمثلہ

ان الزمان بمثلہ لبخیل

”ناممکن ہے کہ زمانہ ان جیسا شخص لاسکے کیونکہ

زمانہ ان جیسے افراد مہیا کرنے میں بخیل ہے“

(تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: سیر الصحابہ اور اسد الغابۃ تذکرہ ابن عمرؓ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ۱۰۰ قصے

(قصہ ۱) ﴿تقدیر کے بارے میں سوال﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا ایک دوست شام کا رہنے والا تھا جس سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے اسے لکھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں کچھ اعتراض کرنے لگ گئے ہو خبردار! آئندہ مجھے کبھی خط نہ لکھنا کیونکہ میں حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو تقدیر کو جھٹلائیں گے۔ تفسیر ابن کثیر (۲/۲۶۸)

(قصہ ۲) ﴿اللہ کے لئے بغض﴾

حضرت یحییٰ بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا لیکن میں تو تم سے اللہ کے لئے بغض رکھتا ہوں۔ اس آدمی نے پوچھا کیوں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیونکہ تم اذان میں گانے کی آواز بناتے ہو اور پھر اذان پر اجرت بھی لیتے ہو۔

حیاء الصحاۃ (۱۳۹/۳)

اس واقعہ اور حضرت ابن عمرؓ کے اس عمل سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اذان پر اجرت لینا جائز نہیں۔ ایسی بہت سی روایات کو سامنے رکھ کر کچھ لوگ زمانہ حاضر کی ترتیب پر اشکال کرتے ہیں جس میں امامت و اذان پر اجرت لی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ علماء نے ایسی تمام روایات کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ جب ائمہ و موزنین کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر ہو۔ اگر بیت المال سے ان حضرات کو مستقل وظیفہ ملتا رہے تو انہیں معاش دشواریاں لاحق نہ ہوں گی اور انہیں اجرت نہ لینا پڑے گی۔ علماء نے ان حضرات کے لئے اجرت کو صرف اس لئے جائز قرار دیا ہے تاکہ یہ لوگ تجارت یا کاروبار میں مشغول ہونے کے بجائے مکمل دلجوئی کے ساتھ دین کے کام میں مشغول ہو سکیں۔

(قصہ ۳) غلام کی امامت

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مدینے کے ایک کنارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زمین تھی وہاں ایک مسجد میں نماز کھڑی ہونے لگی۔ مسجد کے امام ایک غلام تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نماز میں شریک ہونے کے لئے اس مسجد میں داخل ہوئے تو اس غلام نے ان سے کہا آپ آگے تشریف لے چلیں اور نماز پڑھائیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تم اس مسجد میں نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہو، چنانچہ اس غلام نے نماز پڑھائی۔

حیۃ الصحابہ (۱۵۳/۳)

حضرت طاووس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرح نماز میں قبلہ رخ رہنے میں بہت زیادہ اہتمام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا وہ نماز میں اپنا چہرہ ہاتھ اور پاؤں قبلہ رخ رکھنے کا سختی سے اہتمام کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی میں نے انہیں سجدے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! تو میرا سب سے زیادہ محبوب بن جا اور مجھے ہر چیز سے زیادہ اپنے سے ڈرنے والا بنادے اور انہیں سجدہ میں یہ کہتے ہوئے بھی سنا اے میرے رب! چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں، اس لئے میں کبھی بھی مجرموں کی مدد نہیں کروں گا۔ حلیۃ الاولیاء (۳۰۵/۱)

(قصہ ۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی آہ سحرگاہی

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ رات کو کافی دیر تک نماز پڑھتے پھر پوچھتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آگیا؟ میں کہتا نہیں، تو پھر نماز پڑھنے لگتے پھر کہتے اے نافع! کیا رات کا آخری حصہ آگیا ہے؟ میں کہتا جی ہاں۔ تو بیٹھ کر صبح صادق تک دعا و استغفار میں لگے رہتے۔

محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب بھی رات کو اٹھتے نماز شروع کر دیتے۔

حلیۃ الاولیاء (۳۰۳/۱)

(قصہ ۵) ﴿سورہ اخلاص، تہائی قرآن کے برابر﴾

حضرت ابو غالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ مکہ میں ہمارے ہاں ٹھہرا کرتے اور رات کو تہجد پڑھا کرتے۔ ایک رات صبح صادق سے کچھ دیر پہلے مجھ سے فرمایا اے ابو غالب! کیا تم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھتے؟ کیا ہی اچھا ہو اگر تم تہائی قرآن پڑھ لو؟ میں نے کہا صبح ہونے والی ہے میں اتنی دیر میں تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا سورۃ اخلاص قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

طیۃ الاولیاء (۳۰۵/۱)

(قصہ ۶) ﴿حضرت ابن عمرؓ کا خوف آخرت﴾

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ مروہ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی آپس میں ملاقات ہوئی وہ دونوں کچھ دیر آپس میں بات کرتے رہے پھر حضرت عبداللہ بن عمروؓ چلے گئے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں روتے ہوئے رہ گئے، تو ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ اے ابو عبدالرحمن! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ صاحب یعنی حضرت عبداللہ بن عمروؓ ابھی بتا کر گئے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا اللہ تعالیٰ اسے چہرے کے بل آگ میں ڈال دیں گے۔

الترغیب والترہیب (۳۳۵/۳)

اس قصہ سے نہ صرف تکبر کی مذمت اور برائی معلوم ہوتی ہے بلکہ صحابہ کرامؓ کی ”مجلسوں کی باتیں“ بھی ہمیں معلوم ہوتی ہیں۔ یہ لوگ جب آپس میں ملتے تھے تو دنیاوی تذکرے اور فضول گوئی میں مشغول نہ ہوتے بلکہ اپنی مجلسوں کو حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ کے ذریعہ ایمان افروز بناتے۔ اسی پران کا اجتماع تھا اسی پران کی جدائی۔ اللہ تعالیٰ ایسا جذبہ ہم سب کو نصیب فرمادے۔ آمین

(قصہ ۷) ﴿علوم شرعیہ کا خلاصہ، چند الفاظ میں﴾

حضرت محمد بن ابی قیلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ کو خط لکھ کر علم کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے یہ جواب لکھا کہ تم نے مجھے خط لکھ کر علم کے بارے میں پوچھا ہے۔ علم تو بہت زیادہ ہے میں سارا لکھ کر تمہیں نہیں بھیج سکتا، البتہ تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ تمہاری اللہ سے ملاقات اس حال میں ہو کہ تمہاری زبان مسلمانوں کی آبروریزی سے رکی ہوئی ہو اور تمہاری کمر پران کے ناحق خون کا بوجھ نہ ہو اور تمہارا پیٹ ان کے ناحق مال سے خالی ہو اور تم مسلمانوں کی جماعت سے چٹے ہوئے ہو۔ یعنی فرقہ بازی میں مت پڑو (رائے کا اختلاف دلیل کے ساتھ الگ چیز ہے)

حیۃ الصحابہ (۲۰۲/۳)

(قصہ ۸) ﴿علمی امانت کا تقاضا، اظہار لاعلمی﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت ابن عمرؓ سے اولاد کی میراث کے بارے میں پوچھا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ کسی نے ان سے کہا آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا ابن عمرؓ سے وہ چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں اس نے کہہ دیا میں نہیں جانتا (ٹھیک تو کیا)

حضرت عروہؓ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ جب وہ پوچھنے والا پشت پھیر کر چل پڑا تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنے آپ سے کہا ابن عمرؓ سے ایسی چیز پوچھی گئی جو اسے معلوم نہیں تو اس نے کہہ دیا مجھے معلوم نہیں۔

طبقات ابن سعد (۱۴۴/۴)

(قصہ ۹) ﴿چونتیس مہینے﴾

حضرت عقبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مسلسل چونتیس مہینے حضرت ابن عمرؓ کی صحبت میں رہا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ سے کوئی چیز پوچھی جاتی تو آپ کہہ دیتے میں نہیں جانتا اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرماتے کیا تم جانتے ہو یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ

ہماری پشتوں کو جہنم تک جانے کے لئے پل بنانا چاہتے ہیں۔ جامع العلم (۵۴/۲)

(قصہ ۱۰) ﴿حضرت ابن عمرؓ کی گہری سوچ﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنا سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ لوگ یہ سمجھے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا سوال ہی نہیں سنا اس لئے اس آدمی نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا آپ نے میرا سوال نہیں سنا؟ انہوں نے فرمایا سنا ہے لیکن شاید آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ لوگ ہم سے جو کچھ پوچھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سے اس کے بارے میں باز پرس نہیں کرے گا۔ اللہ تم پر رحم کرے ہمیں ذرا مہلت دوتا کہ ہم تمہارے سوال کے بارے میں سوچ لیں۔ اگر ہمیں اس کا کوئی جواب سمجھ میں آ گیا تو ہم تمہیں بتا دیں گے اور اگر نہ آیا تو تمہیں بتا دیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں۔ طبقات ابن سعد (۱۶۸/۴)

(قصہ ۱۱) ﴿اجر و ثواب کے قیراط﴾

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں سامنے سے مقصورہ والے حضرت خباب رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہوئے اور کہنے لگے اے عبداللہ بن عمر! کیا آپ نے وہ حدیث سنی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ بیان کر رہے ہیں؟ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو گھر سے ہی جنازے کے ساتھ چلے اور اس کی نماز جنازہ پڑھے اور پھر دفن تک اس کے پیچھے رہے اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔ ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے اور نماز جنازہ پڑھ کر واپس آ جائے اس کو احد پہاڑ کے برابر اجر ملے گا یعنی ایک قیراط اجر ملے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت خبابؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا کہ ان سے حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کے بارے میں پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ آ کر بتاؤ پھر حضرت ابن عمرؓ ایک مٹھی مسجد کی کنکریاں لیکر ہاتھ میں الٹ پلٹ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قاصد یعنی حضرت خباب واپس آ گئے اور آ کر بتایا کہ حضرت عائشہؓ فرمادی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ٹھیک کہا ہے تو ہاتھ میں جو کنکریاں تھیں انہیں حضرت ابن عمرؓ

نے زمین پر پھینک کر کہا پھر تو ہم نے اجر و ثواب کے بہت سے قیراطھود دیئے۔

حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہمیں نہ تو زمیندارہ کی مشغولی تھی اور نہ بازار کے کاروبار اور تجارت کی۔ جس کی وجہ سے ہمیں حضور ﷺ کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہو میری چاہت تو بس اتنی تھی کہ حضور ﷺ مجھے یا تو کوئی کلمہ اور بات سکھا دیں یا کھانے کا کوئی لقمہ کھلا دیں اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! واقعی تم ہم سب سے زیادہ حضور ﷺ کو چمٹے رہتے تھے اسی وجہ سے تم ہم سب سے زیادہ حضور ﷺ کی حدیثوں کو جاننے والے ہو۔ طبقات ابن سعد (۳/۲۲۲)

کسی کی بزم نے دنیائے دل بدل ڈالی
خودی کے ساتھ گیا بے خودی کے ساتھ آیا

(قصہ ۱۲) ﴿حضرت ابن عمرؓ کے آنسو﴾

حضرت ابن ابی عمیرہؓ نے فرمایا میں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت محمد ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک تو عرش تک پہنچ کر ہی رکتا ہے اس سے پہلے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور دوسرا زمین آسمان کے درمیان کے خلا کو بھر دیتا ہے وہ ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن ابی عمیرہؓ سے کہا کیا آپ نے خود ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ اتار وئے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہوگئی (انہیں اس بات کا غم تھا کہ مجھے اب تک حضور ﷺ کی یہ بات معلوم کیوں نہیں تھی) پھر فرمایا ہمیں ان دونوں کلمات سے بہت تعلق اور محبت ہے۔

حیۃ الصحابہ (۳/۳۰۷)

(قصہ ۱۳) ﴿حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بیٹی کے نکاح کا قصہ﴾

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں ہم لوگ طواف کر رہے تھے میں نے طواف کے دوران حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو وہ

خاموش رہے اور میرے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا میں نے کہا اگر یہ راضی ہوتے تو کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے اب اللہ کی قسم! میں ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرونگا۔ اللہ کی شان وہ مدینہ واپس پہنچ گئے میں بعد میں مدینہ آیا، چنانچہ میں حضور ﷺ کی مسجد میں داخل ہوا اور جا کر حضور ﷺ کو سلام کیا اور آپؐ کی شان کے مطابق آپؐ کا حق ادا کرنے کی کوشش کی پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کب آئے ہو؟ میں نے کہا ابھی پہنچا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہم لوگ طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جمارہے تھے کیا اس وقت تم نے مجھ سے (میری بیٹی) حضرت سودہ بنت عبداللہؓ کا ذکر کیا تھا حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے؟ میں نے کہا ایسا ہونا مقدر تھا، اس لئے ایسا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے کہا اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے، چنانچہ انہوں نے دونوں بیٹوں حضرت سالم اور حضرت عبداللہؓ کو بلا کر میری شادی کر دی۔

(حلیۃ الاولیاء، ۳۰۹/۱)، طبقات ابن سعد (۱۶۷/۳)

سبحان اللہ..... کیا خوب انداز معاشرت ہے۔ اگر شادی کو ایسا ہی سادہ بنا دیا جائے اور اس معاملہ میں صحابہ کرام کی سیرت کو سامنے رکھا جائے تو سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ جب صحابہ کرام کے طرز زندگی کو چھوڑا گیا دین بھی ہاتھ سے گیا، برسوں میں کمائی ہوئی دولت بھی مٹی میں مل گئی اور شادیوں سے برکتیں بھی اٹھ گئیں۔ نہ دین ہاتھ آیا نہ دنیا..... نہ خدا ہی نہ وصال صنم..... نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

(قصہ ۱۴) ﴿خوف خدا سے چشمہ صد سنگ ابلتے دیکھا﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ شاگردوں کے ساتھ تفریح کی غرض سے مدینہ منورہ کے نواح میں نکلے، کھانے کے لئے دسترخوان بچھایا گیا تو قریب سے ایک چرواہے نے گذرتے ہوئے سلام کیا، حضرت ابن عمرؓ نے اسے کھانے کی دعوت دی تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میرا روزہ ہے، فرمایا اس قدر شدید گرمی میں؟ کہنے لگا ”تیزی کے ساتھ زندگی کے ان گذرتے ہوئے دنوں کو اسی طرح قیمتی بنایا جاسکتا

ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے امتحان اس سے فرمایا ”ان بکریوں میں سے ایک بکری ہمیں فروخت کر دیں، ہم آپکو اس کی قیمت بھی ادا کر دیں گے اور افطار کرنے کے لئے گوشت بھی دے دیں گے“ مال کی محبت عجب روگ ہے، جسے لگ جائے، بڑی مشکل سے وہ اس سے پناہ حاصل کرتا ہے، یہاں آ کر بڑے بڑوں کے قدم ڈمگانے لگ جاتے ہیں، دن رات سربسجود ایسے عابد بھی ہیں کہ جہاں معاملہ دنیا اور مال کا آ گیا، ان کا حب مال ان کے تقویٰ کو شکست دے گیا، میدان جہاد میں جان پھیلے پر رکھ کر سرفروشانہ کارنامے انجام دینے والے ایسے جانباز مجاہد بھی بکثرت پائے جاتے ہیں کہ جب مال غنیمت کی تقسیم کا مرحلہ شروع ہوا، اس میں کہیں دین اور دنیا کے تقاضے مختلف ہو گئے اور وہ محبت مال کے قتل بن گئے، آہ! یہ دنیا کن کن خوبصورتیوں کے ساتھ آتی ہے اور دل کی کائنات پہ چھا چھا جاتی ہے، لیکن عہد صحابہؓ کا وہ چرواہا محبت مال کی زلفوں کا اسیر نہ تھا وہ تقویٰ کی حقیقی بلند یوں پر تھا، کہنے لگا ”یہ بکریاں میری نہیں، آقا کی ہیں“ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ”ایک بکری آقا کو نہ ملی تو وہ کیا بگاڑ سکتا ہے (اس کے گم ہو نیکا بہانہ کیا جاسکتا ہے) کہنے لگا ”فأین الله“ (اللہ کہاں جایگا) ان کے اس جملے سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور بار بار اس کا یہ جملہ دہراتے ہیں ”اللہ کہاں جایگا، اللہ کہاں جایگا“

مدینہ منورہ واپس ہوئے تو مالک سے وہ غلام چرواہا اور تمام بکریاں خریدیں، غلام کو آزاد کیا اور بکریاں اسے سہہ کیں۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۳: ص ۲۲۸)

(قصہ ۱۵) حضرت ابن عمرؓ کی ایک دعا

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے پہلو میں نماز پڑھی اس نے سنا کہ حضرت عبداللہؓ سلام کے بعد یہ دعا پڑھ رہے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ
وَالْاِکْرَامِ.

”اے اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے تیری ہی جانب سے سلامتی

نصیب ہوتی ہے تو بہت برکت والا ہے اے عظمت و جلال والے اور
اکرام و احسان والے“

پھر اس آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو اس نے
انہیں بھی سلام کے بعد یہی دعا پڑھتے ہوئے سنا تو وہ ہنس پڑا۔ حضرت ابن عمرؓ نے
اس سے پوچھا میاں کیوں ہنس رہے ہو؟ اس نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ
کے پہلو میں نماز پڑھی تھی تو ان کو بھی یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ
نے فرمایا ”خود حضور ﷺ بھی یہ دعا پڑھتے تھے“
حیاء الصحاۃ (۳/۳۷۳)

(قصہ ۱۶) ﴿رخصت کرنے کا سنت طریقہ﴾

حضرت فزع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا آؤ میں
تمہیں اس طرح رخصت کروں جس طرح حضور ﷺ نے مجھے رخصت کیا تھا اور پھر یہ
کلمات کہے:

أَسْتَوِدُّعُ اللَّهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ .

”میں تمہارے دین کو اور تمہارے صفت امانت داری کو اور تمہارے ہر عمل کے آخری

حصہ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں“
سنن ابی داؤد (۳/۲۳۲)

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب کوئی آدمی سفر پر جانے کا ارادہ کرتا تو
حضرت ابن عمرؓ اس سے فرماتے میرے قریب آؤ میں تمہیں اس طرح رخصت
کروں جس طرح حضور ﷺ ہمیں رخصت کیا کرتے تھے۔

(قصہ ۱۷) ﴿ایک ویران جگہ سے گزر﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ چلا جا رہا تھا
کہ اتنے میں ان کا ایک ویران جگہ پر گزر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تم یہ کہو اے ویرانے!
تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟ میں نے کہا اے ویرانے! تیرے ہاں رہنے والوں کا کیا بنا؟
حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا وہ سب خود تو چلے گئے البتہ ان کے اعمال باقی رہ گئے۔

(قصہ ۱۸) ﴿مرنے کے بعد ابو جہل کی حالت﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں میدان بدر کے کنارے چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی ایک گڑھے سے باہر نکلا اس کی گردن میں زنجیر پڑی ہوئی تھی اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے، اے عبداللہ! مجھے پانی پلا دے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ اسے میرا نام معلوم تھا یا اس نے ویسے ہی عربوں کے دستور کے مطابق عبداللہ کہہ کر پکارا اور نام معلوم نہیں تھا۔ پھر اسی گڑھے سے ایک اور آدمی باہر نکلا اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے پھر اسے کوڑا مارا جس پر وہ آدمی اپنے گڑھے میں واپس چلا گیا۔ میں جلدی سے حضورؐ کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ حضورؐ کو بتایا آپؐ نے مجھ سے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا دشمن ابو جہل تھا اور اسے قیامت کے دن تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔ (حیۃ الصحابہ (۳/۶۳۳))

(قصہ ۱۹) ﴿شیر کی گردن پر ابن عمرؓ کا تھپڑ﴾

حضرت وہب بن ابان قریشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ ایک سفر میں گئے۔ وہ چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ انہیں کچھ لوگ کھڑے ہوئے ملے انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟ لوگوں نے بتایا آگے راستہ پر ایک شیر ہے جس سے یہ خوفزدہ ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی سواری سے نیچے اترے اور چل کر اسے شیر کے پاس گئے اور اس کے کان کو پکڑ کر مروڑا اور اس کی گردن پر تھپڑ مار کر اسے راستے سے ہٹا دیا پھر (واپس آتے ہوئے اپنے آپ سے) فرمایا حضورؐ نے تمہیں غلط بات نہیں فرمائی میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا ابن آدم پر وہی چیز مسلط ہوتی ہے جس سے ابن آدم ڈرتا ہے اگر ابن آدم اللہ کے سوا کسی اور چیز سے نہ ڈرے تو اس پر اللہ کے علاوہ اور کوئی چیز مسلط نہ ہو۔ ابن آدم اس چیز کے حوالے کر دیا جاتا ہے جس چیز سے اسے نفع یا نقصان ملنے کا یقین ہوتا ہے۔ اگر ابن آدم اللہ کے علاوہ کسی اور چیز سے

نفع یا نقصان کا یقین نہ رکھے تو اللہ اسے کسی اور چیز کے بالکل حوالے نہ کرے۔

حیۃ الصالحین (۶۵۶/۳)

یقین کی کمزوری انسان کو ہمیشہ مصائب میں مبتلا کرتی ہے اور انسان انجانے خوف اور پریشانیوں کا شکار رہتا ہے۔ اس واقعہ سے یہی درس ملتا ہے۔

(قصہ ۲۰) ﴿خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں مجھے اس بات کا بہت شوق تھا کہ مجھے کسی طرح یہ پتہ چل جائے کہ مرنے کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ کیا ہوا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میں نے خواب میں ایک محل دیکھا میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن خطابؓ کا ہے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ محل سے باہر تشریف لائے۔ انہوں نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ ابھی غسل کر کے آئے ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ آپ نے فرمایا ”اگر میرا رب بخشے والا نہ ہوتا تو میری عزت خاک میں مل جاتی“ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ لوگوں سے جدا ہوئے مجھے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ میں نے کہا بارہ سال۔ فرمایا اب میں حساب سے چھوٹا ہوں۔

حلیۃ الاولیاء (۵۴/۱)

(قصہ ۲۱) ﴿حضرت ابن عمرؓ کا زہد﴾

حضرت عبداللہ بن موهب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا جاؤ اور لوگوں کے قاضی بن جاؤ۔ ان میں فیصلے کیا کرو۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا اے امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے اس سے معاف رکھیں گے؟ حضرت عثمانؓ نے کہا نہیں۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ تم جا کر لوگوں کے قاضی ضرور بنو۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا آپ جلدی نہ کریں۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کی پناہ چاہی وہ بہت بڑی پناہ میں آ گیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا میں قاضی بننے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تم قاضی کیوں نہیں بننے؟ حالانکہ تمہارے والد تو قاضی تھے۔

حضرت ابن عمرؓ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو قاضی بنا اور پھر نہ جاننے کی وجہ سے غلط فیصلہ کر دیا تو وہ دوزخی ہے اور جو قاضی عالم ہو اور حق و انصاف کا فیصلہ کرے وہ بھی یہ چاہے گا کہ وہ اللہ کے ہاں جا کر برابر سرابر پر چھوٹ جائے (نہ انعام ملے اور نہ کوئی سزا لگے) اب اس حدیث کے سننے کے بعد بھی میں قاضی بننے کا خیال کر سکتا ہوں؟

امام احمد کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عثمان نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور ان سے فرمایا کہ تم کو تو معاف کر دیا لیکن تم کسی اور کو یہ بات نہ بتانا (ورنہ اگر سارے ہی انکار کرنے لگ گئے تو پھر مسلمانوں میں قاضی کون بنے گا؟ اور یہ اجتماعی ضرورت کیسے پوری ہوگی؟)

حیۃ الصحابہ (۸۶/۲)

(قصہ ۲۲) ﴿حضور ﷺ ابن عمرؓ کا اکرام کرتے ہیں﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اکرام کے لئے میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یوں میرے اور حضور ﷺ کے درمیان پڑا رہا۔

حیۃ الصحابہ (۵۶۱/۲)

(قصہ ۲۳) ﴿مجلس امیر کے آداب﴾

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطابؓ کی خدمت میں آیا اور میں نے ان سے کہا اے ابو عبد الرحمن! (یہ حضرت عبداللہ بن عمر کی کنیت ہے) ہم اپنے ان امیروں کے پاس بیٹھتے ہیں اور وہ کوئی بات کہتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ (یہ بات غلط ہے اور) صحیح بات کچھ اور ہے۔ لیکن ہم ان کی بات کی تصدیق کر دیتے ہیں اور وہ لوگ ظلم کا فیصلہ کرتے ہیں اور ہم ان کو تقویت پہنچاتے ہیں اور ان کے اس فیصلے کو اچھا بتاتے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے! ہم تو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں اسے نفاق شمار کرتے تھے (کہ دل میں کچھ اور ہے اور زبان سے کچھ اور ظاہر کر رہا ہے) لیکن مجھے پتہ نہیں تم لوگ اسے کیا سمجھتے ہو؟ (یعنی امیر کے سامنے حق بات نہ کہہ سکے تو اس کے غلط کو بھی صحیح تو نہ کہے)

حیۃ الصحابہ (۱۰۲/۲)

(قصہ ۲۴) ﴿نفاق کی ایک صورت﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا تو اس سے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تمہارا حضرت ابوانیس (ضحاک بن قیس) رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟ اس نے کہا جب ہم ان سے ملتے ہیں تو ہم ان کے سامنے وہ بات کہتے ہیں جو ان کو پسند ہو اور جب ان کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو پھر کچھ اور کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حضور ﷺ کے زمانے میں تو ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔ کنز العمال (۹۳/۱)

(قصہ ۲۵) ﴿حضرت عمرؓ کے آخری لمحات﴾

حضرت عمرو بن میمون حضرت عمرؓ کی شہادت کا قصہ ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا دیکھ مجھ پر کتنا قرض ہے؟ اس کا حساب لگاؤ۔ انہوں نے حساب کر کے بتایا چھیالیس ہزار۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر عمرؓ کے خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لیکر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا۔ ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ اتر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ (میرے قبیلہ) قریش سے مانگنا۔ ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔ مزید فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو عمر بن خطابؓ اپنے دونوں ساتھیوں (حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ) کے ساتھ (حجرہ مبارک میں) دفن ہونے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ عمر بن خطابؓ کہنا اور اس کے ساتھ امیر المومنین نہ کہنا۔ کیونکہ میں آج امیر المومنین نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں سلام کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر بن خطابؓ اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لئے نیت کی ہوئی تھی۔ لیکن میں آج حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔ (یعنی ان کو اجازت ہے) جب

حضرت عبداللہ بن عمرؓ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا تم کیا جواب لائے ہو؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (اسوقت) میرے نزدیک اس سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کو اٹھا کر (حضرت عائشہؓ کے دروازے کے سامنے) لے جانا پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمر بن خطابؓ (حجرہ میں دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر وہ اجازت دیں تو مجھے اندر لے جانا (اور اس حجرہ میں دفن کر دینا) اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے واپس کر کے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔

جب حضرت عمرؓ کے جنازے کو اٹھایا گیا تو (سب کی چیخیں نکل گئی اور) ایسے لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے گھر پہنچ کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمر بن خطابؓ (اندر دفن ہوئی) اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دفن ہونیکا شرف عطا فرمادیا۔

جب حضرت عمرؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا میں (ان چھ آدمیوں) کی اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امر خلافت کا حقدار نہیں پاتا ہوں کہ حضور ﷺ کا اس حال میں انتقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے۔ یہ جسے بھی خلیفہ بنالیں وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت سعدؓ کے نام لئے۔ اگر خلافت حضرت سعدؓ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو (کوئی خلافت سے) کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ کے لئے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت

میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ جب یہ چھ حضرات جمع ہوئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا اپنی رائے کو تین آدمیوں کے حوالے کر دو۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے اپنا اختیار حضرت علیؓ کو اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو اور حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمنؓ کو دے دیا۔ جب ان تینوں کو اختیار مل گیا تو ان تینوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا کیا تم اس بات پر ہو کہ فیصلہ میرے حوالے کر دو اور میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ تم سب میں سے افضل آدمی کی اور مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ مفید شخص کی تلاش میں کمی نہیں کروں گا۔ دونوں حضرات نے کہا ہاں دونوں تیار ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت علیؓ سے تنہائی میں بات کی اور کہا کہ آپ حضور ﷺ سے رشتہ داری کا شرف بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی۔ میں آپ کو اللہ قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو کیا آپ انصاف کریں گے؟ اور اگر میں حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے؟ حضرت علیؓ نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت عثمانؓ سے تنہائی میں بات کی اور ان سے بھی یہی پوچھا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب میں کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا اے عثمان! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عبدالرحمنؓ نے ان سے بیعت کی پھر حضرت علیؓ اور باقی لوگوں نے کی۔

(طبقات ابن سعد ۳/۲۴۲)

(قصہ ۲۶) مصر کے سفر کا ایک واقعہ

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مصر میں میرے بھائی عبدالرحمنؓ نے اور ان کے ساتھ ابوسرعد عقبہ بن حارث نے نیذی (پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں کچھ دیر کھجوریں پڑی رہتی تھیں۔ جس سے وہ پانی میٹھا ہو جاتا تھا اسے نیذ کہا جاتا تھا۔ زیادہ دیر پڑے رہنے سے اس میں نشہ بھی پیدا ہو جاتا تھا) جس سے

انہیں نشہ ہو گیا۔ صبح کو یہ دونوں مصر کے امیر حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا (سزا دے کر) ہمیں پاک کر دیں کیونکہ ہم نے ایک مشروب پیا تھا جس سے ہمیں نشہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں مجھ سے میرے بھائی نے کہا مجھے نشہ ہو گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا گھر چلو میں تمہیں (سزا دیکر) پاک کر دوں گا مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں حضرات حضرت عمرو کے پاس جا چکے ہیں پھر میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ امیر مصر کو یہ بات بتا چکے ہیں تو میں نے کہا تم گھر چلو میں تمہارا سر مونڈوں گا تاکہ تمام لوگوں کے سامنے تمہارا سر نہ مونڈا جائے۔ اس زمانے کا دستور یہ تھا کہ حد لگانے کے ساتھ سر بھی مونڈ دیتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں گھر چلے گئے۔ میں نے اپنے بھائی کا سراپنہ ہاتھ سے مونڈا پھر حضرت عمرو نے ان پر شراب کی حد لگائی حضرت عمرؓ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت عمرو کو خط لکھا کہ عبدالرحمنؓ کو میرے پاس بغیر کجاوہ کے اونٹ پر سوار کر کے بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے اسے سزا دی پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ ایک مہینہ تو ٹھیک رہے۔ پھر نقد ریا لپی غالب آ گئی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا ہے۔ حالانکہ ان کا انتقال حضرت عمرؓ کے کوڑے لگانے سے نہیں ہوا (بلکہ طبعی موت مرے ہیں)

(حیۃ الصحابہ ۱۳۲/۲)

(قصہ ۲۷) والد محترم کی معیت میں

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں مرض الوفات میں حضرت عمرؓ کا سر میری ران پر رکھا ہوا تھا تو مجھ سے انہوں نے کہا میرا سر زمین پر رکھ دو میں نے کہا آپ کا سر میری ران پر رہے یا زمین پر۔ اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ فرمایا نہیں زمین پر رکھ دو چنانچہ میں نے زمین پر رکھ دیا تو فرمایا اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہ کیا تو میری بھی ہلاکت ہے اور میری ماں کی بھی۔

حضرت مسورؓ کہتے ہیں جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو فرمایا اگر مجھے اتنا سونا مل جائے جس سے ساری زمین بھر جائے تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے ہی اس سے بچنے کے لئے وہ سارا سونا فدیہ میں دے دوں۔
حلیۃ الاولیاء (۵۲/۱)

(قصہ ۲۸) ﴿دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا﴾

حضرت محمد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب اپنے (مکہ والے) اس مکان کے پاس سے گزرتے جس سے ہجرت کر کے (مدینہ) گئے تھے تو اپنی دونوں آنکھوں کو بند کر لیتے اور نہ اسے دیکھتے اور نہ کبھی اس میں ٹھہرتے۔

حضرت محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کا ذکر کرتے تو رو پڑتے اور جب بھی (اپنے مکہ والے) مکان کے پاس سے گزرتے تو اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیتے۔
حیۃ الصالحۃ (۳۸۲/۱)

دل کی چوٹوں نے چین سے رہنے نہ دیا
جب بھی سرد ہوا چلی ہم نے تجھے یاد کیا

(قصہ ۲۹) ﴿حضرت ابن عمرؓ کی تواضع﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ جب میں سواری پر سوار ہونے لگتا تو وہ میرے پاس آ کر میری رکاب پکڑ لیتے اور جب میں سوار ہو جاتا تو میرے کپڑے ٹھیک کر دیتے چنانچہ ایک مرتبہ وہ میرے پاس (اسی کام کے لئے) آئے تو میں نے (ان کی شان کا لحاظ کرتے ہوئے) کچھ ناگواری کا اظہار کیا، انہوں نے فرمایا اے مجاہد تم بڑے تنگ اخلاق ہو۔
حلیۃ الاولیاء (۳۸۵/۳)

(قصہ ۳۰) ﴿راہ وفا میں اہل دل.....﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں جب جنگ یمامہ کے دن حضرت عبداللہ بن خرمہؓ کے پاس آیا وہ زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر پڑے ہوئے تھے میں ان

کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے کہا اے عبداللہ بن عمرؓ! کیا روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا لکڑی کی اس ڈھال میں پانی لے آؤ تاکہ میں اس سے روزہ کھول لوں۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں (پانی لینے) حوض پر گیا حوض پانی سے بھرا ہوا تھا۔ میرے پاس چڑے کی ایک ڈھال تھی میں نے اسے نکالا اور اس کے ذریعے حوض میں سے پانی لیکر (حضرت ابن خرمہؓ) کی لکڑی والی ڈھال میں ڈالا پھر وہ پانی لیکر میں حضرت ابن خرمہؓ کے پاس آیا، آ کر دیکھا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ (اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ) حیاة الصالحہ (۶۳/۱)

راہ وفا میں اہل دل سوچ سمجھ کے آئے ہیں
داغ گنیں تو کیوں گنیں زخم کریں شمار کیا
شوق سے تم کیا کرو فرق نیاز و ناز میں
ہم تو مگن ہیں عشق میں جیت کہاں کی ہار کیا

(قصہ ۳۱) ﴿دستِ مصطفیٰ ﷺ کا بوسہ﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے لڑنے کے لئے ایک جماعت بھیجی میں بھی اس میں تھا۔ کچھ لوگ میدان جنگ سے پیچھے ہٹے۔ میں بھی ان ہنٹے والوں میں تھا (واپسی پر) ہم نے کہا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ہم تو دشمن کے مقابلہ سے بھاگے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو لیکر واپس لوٹ رہے ہیں پہلے یہ ارادہ بنا کہ ہم لوگ مدینہ جا کر رات گزار لیں گے (پھر اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے) پھر ہم نے کہا (نہیں) ہم سیدھے جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کر دیں گے اگر ہماری توبہ قبول ہوگئی تو ٹھیک ہے ورنہ ہم (مدینہ چھوڑ کر کہیں اور) چلے جائیں گے۔ ہم فجر کی نماز سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے (ہماری خبر ملنے پر) آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ لوگ کون ہیں؟ ہم نے کہا ہم تو میدان جنگ کے بھگوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم تو پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والوں میں سے ہو۔ میں تمہارا اور مسلمانوں

کا مرکز ہوں (تم میرے پاس آ گئے ہو اس لئے تم بھگوڑے نہیں ہو) پھر ہم نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ کے دست مبارک کو چوما۔
مستدرک حاکم (۳۲/۳)

(قصہ ۳۲) جنگ یمامہ کا ایک واقعہ

حضرت جعفر بن عبداللہ بن اسلم ہمدانیؓ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت ابو عقیل انثیؓ زخمی ہوئے ان کو تیر کندھوں اور دل کے درمیان لگا تھا جو لگ کر ٹیڑھا ہو گیا جس سے شہید نہ ہوئے۔ پھر وہ تیر نکالا گیا اور ان کی بائیں جانب اس تیر کے لگنے کی وجہ سے کمزور ہو گئی تھی یہ شروع دن کی بات ہے پھر انہیں اٹھا کر ان کے خیمے میں لایا گیا۔ جب لڑائی گھمسان کی ہونے لگی اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنی قیام گاہوں سے بھی گزر گئے، اور ابو عقیل اپنے زخم کی وجہ سے کمزور پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت معن بن عدیؓ کی آواز سنی وہ انصار کو بلند آواز سے لڑنے کے لئے ابھار رہے تھے کہ اللہ پر بھروسہ کرو اللہ پر بھروسہ کرو اور اپنے دشمن پر دوبارہ حملہ کرو اور معنؓ لوگوں کے آگے آگے تیزی سے چل رہے تھے یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ انصار کہہ رہے تھے کہ ہم انصار کو دوسروں سے الگ کر دو۔ چنانچہ ایک ایک کر کے انصار ایک طرف جمع ہو گئے (اور مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جم کر لڑیں گے اور بہادری سے آگے بڑھیں گے اور دشمن پر جا کر حملہ کر دیں گے۔ اس سے تمام مسلمانوں کے قدم جم جائیں گے اور حوصلے بڑھ جائیں گے)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت ابو عقیلؓ انصار کے پاس جانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا اے ابو عقیلؓ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ میں لڑنے کی طاقت تو ہے نہیں انہوں نے کہا کہ اس منادی نے میرا نام لے کر آواز لگائی ہے میں نے کہا وہ تو کہہ رہا ہے اے انصار! لڑنے کے لئے واپس آؤ وہ زخمیوں کو واپس بلانا نہیں چاہتا ہے (وہ تو ان لوگوں کو بلارہا ہے جو لڑنے کے قابل ہوں) حضرت ابو عقیلؓ نے کہا (کہ انہوں نے انصار کو بلایا ہے اور میں چاہے زخمی ہوں لیکن) میں بھی انصار میں

سے ہوں اس لئے میں ان کی پکار پر ضرور جاؤں گا چاہے مجھے گھٹنوں کے بل جانا پڑے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عقیلؓ نے اپنی کمر باندھی اور اپنے دائیں ہاتھ میں ننگی تلوار لی۔ اور پھر یہ اعلان کرنے لگے کہ اے انصار! جنگ حنین کی طرح دشمن پر دوبارہ حملہ کرو۔ چنانچہ حضرات انصار جمع ہو گئے اللہ ان پر رحم فرمائے اور پھر مسلمانوں سے آگے آگے بڑی بہادری کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے یہاں تک کہ دشمن کو میدان جنگ چھوڑ کر باغ میں گھس جانے پر مجبور کر دیا۔ مسلمان اور دشمن ایک دوسرے میں گھس گئے اور ہمارے اور ان کے درمیان تلواریں چلنے لگیں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عقیلؓ کو دیکھا کہ ان کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ کر زمین پر گرا ہوا تھا اور ان کے جسم میں چودہ زخم تھے جن میں سے ایک زخم جان لیوا تھا اور اللہ کا دشمن مسلمان قتل ہو گیا۔ حضرت ابو عقیلؓ زمین پر زخمی پڑے ہوئے تھے اور ان کے آخری سانس تھے۔ میں نے جھک کر ان سے کہا اے ابو عقیل! انہوں نے کہا بلیک حاضر ہوں اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پوچھا کہ فتح کس کو ہوئی ہے؟ میں نے کہا آپ کو خوشخبری ہو (کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے) اور میں نے بلند آواز سے کہا اللہ کا دشمن قتل ہو چکا ہے اس پر انہوں نے اللہ کی حمد بیان کرنے کے لئے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور انتقال فرما گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مدینے واپس آنے کے بعد میں نے حضرت عمرؓ کو ان کی ساری کارگزاری سنائی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ ان پر رحم فرمائے وہ ہمیشہ شہادت مانگا کرتے تھے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے بہترین صحابہؓ میں سے تھے۔ اور شروع میں اسلام لائے تھے۔

شہادت ہی مطلوب و مقصود مومن

نہ مالی غنیمت نہ کشور کشائی

(قصہ ۳۳) کرتے کی گھنڈیاں

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے کرتے کی گھنڈیاں کھلی ہوئی کھلی ہوئی ہیں (نماز کے بعد) میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

”میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے“

(الترغیب والترہیب (۱/۴۶))

(قصہ ۳۴) حکم الہی کی اطاعت کا جذبہ

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ لَسْنَا لَوَّا الْبِرَّ حَتَّى تَنْفَقُوا (یعنی تم اس وقت نیکی (کے کمال) کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنا محبوب مال خرچ نہ کرو) والی آیت یاد آئی تو میں نے ان تمام چیزوں نہیں غور کیا جو اللہ نے مجھے دے رکھی تھیں (کہ ان میں سے کونسی چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری لگتی ہے) تو مجھے اپنی رومی باندی مرجانہ سے کوئی چیز زیادہ پیاری نظر نہ آئی۔ اس لئے میں نے کہا یہ مرجانہ اللہ کے لئے آزاد ہے (آزاد کرنے کے بعد بھی دل میں اس سے تعلق باقی رہا جس کی وجہ سے میں یہ کہتا ہوں) کہ اللہ کو دینے کے بعد چیز کو واپس لینا لازم نہ آتا تو میں اس سے ضرور شادی کر لیتا۔

حیاء الصالحین (۲۰۹/۲)

(قصہ ۳۵) محبوب ترین اموال کا صدقہ

ابو نعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ جب انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز زیادہ پسند آنے لگتی تو فوراً اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور یوں اللہ کا قرب حاصل کر لیتے اور ان کے غلام بھی ان کی اس عادت شریفہ سے واقف ہو گئے تھے۔ چنانچہ بعض دفعہ ان کے بعض غلام نیک اعمال میں خوب زور دکھاتے اور ہر وقت مسجد میں اعمال میں لگے رہتے۔ جب حضرت ابن عمرؓ ان کو اس اچھی حالت پر دیکھتے تو ان کو آزاد کر دیتے۔ اس پر ان

کے ساتھی ان سے کہتے اے ابو عبدالرحمن اللہ کی قسم! یہ لوگ تو اس طرح آپکو دھوکہ دے جاتے ہیں (انہیں مسجد سے اور مسجد والے اعمال سے دلی لگاؤ کوئی نہیں ہے صرف آپکو دکھانے کے لئے یہ کرتے ہیں تاکہ آپ خوش ہو کر انہیں آزاد کر دیں) تو یہ جواب دیتے کہ ہمیں جو اللہ کے اعمال میں لگ کر دھوکہ دے گا ہم اللہ کے لئے اس سے دھوکہ کھا جائیں گے چنانچہ میں نے ایک دن شام کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک عمدہ اونٹ پر جارہے ہیں جسے انہوں نے بہت زیادہ قیمت دے کر خریدا تھا۔ چلتے چلتے انہیں اس کی چال بڑی پسند آئی وہیں اونٹ کو بٹھایا اور اس سے نیچے اتر کر فرمایا اے نافع! اس کی نکیل نکال دو اور اس کا کجاوہ اتار دو اور اس پر جھول ڈال دو اور اس کے کوہان کی ایک طرف زخم کر دو (اس زمانے میں یہ زخم اس بات کی نشانی تھا کہ یہ جانور اللہ کے نام پر قربان کیا جائے گا) اور پھر اسے قربانی کے جانوروں میں شامل کر دو۔

ابو نعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ اپنی اونٹنی پر جارہے تھے کہ وہ اونٹنی انہیں اچھی لگنے لگی تو فوراً اسے (بٹھانے کے لئے) فرمایا اخ اخ (اس زمانے میں اس آواز سے عرب اونٹ کو بٹھایا کرتے تھے) اور اسے بٹھا کر فرمایا اے نافع! اس سے کجاوہ اتار لو۔ میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے کجاوہ اتارنے کو جو فرما رہے ہیں یا تو اپنی کوئی ضرورت اس کجاوہ سے پوری کرنا چاہتے ہیں یا آپ کو اس اونٹنی کے بارے میں کوئی شک گزرا ہے (کہ کہیں اس کو کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے) چنانچہ میں نے اس سے کجاوہ اتار دیا تو مجھ سے فرمایا دیکھو اس پر جو سامان ہے کیا اس سے دوسری اونٹنی خریدی جاسکتی ہے؟ یعنی اسے تو اللہ کے نام پر قربان کر دیا جائے کیونکہ یہ پسند آگئی ہے اور پسندیدہ مال اللہ کے نام پر قربان کر دینا چاہئے اور اس کے سامان کو بیچ کر اس سے سفر کے لئے دوسری اونٹنی خرید سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس اونٹنی کو جھول پہنائی اور اس کی گردن میں جوتے کا ہار ڈالا (یہ ہار بھی اس بات کی نشانی تھی کہ اس جانور کو حرم شریف میں لے جا کر قربان کیا جائے گا) اور اسے اپنی قربانی کے اونٹوں میں شامل کر دیا اور ان کو جب بھی اپنی کوئی چیز اچھی لگنے لگتی تو اسے فوراً آگے بھیج دیتے (یعنی

اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے تاکہ کل قیامت کو کام آئے (حیۃ الصحابہ (۲۱۰/۲))

(قصہ ۳۶) مال کا فتنہ

ابونعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مستقل معمول یہ تھا کہ جب بھی انہیں اپنے مال سے کوئی چیز پسند آ جاتی تو فوراً اسے اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور اس کی ملکیت سے دستبردار ہو جاتے اور بعض مرتبہ ایک ہی مجلس میں تیس ہزار اللہ کے لئے دے دیتے اور دوسرے دن ان کو ابن عامر نے تیس ہزار دیئے تو انہوں نے (مجھ سے) فرمایا اے نافع! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ابن عامر کے درہم مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔ آپؓ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ سفر اور رمضان شریف کے علاوہ کبھی بھی پورے مہینے مسلسل گوشت نہیں کھاتے تھے۔ بعض دفعہ پورا مہینہ گزر جاتا اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ چکھتے۔

حلیۃ الاولیاء (۱/۲۹۴)

(قصہ ۳۷) مچھلی کھانے کی خواہش

حضرت سعید بن ابی ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حنفہ مقام پر قیام فرمایا اور وہ بیمار بھی تھے انہوں نے کہا مچھلی کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے ان کے ساتھیوں نے بہت تلاش کیا بس صرف ایک مچھلی ملی۔ ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبید نے اس مچھلی کو لیا اور اسے تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا۔ اتنے میں ایک مسکین ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اس مسکین سے کہا تم یہ مچھلی لے لو۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا سبحان اللہ! ہم نے آپؓ کی خاطر بڑی مشقت اٹھا کر یہ مچھلی خاص طور پر آپ کے لئے تیار کی ہے اس لئے (اسے تو آپؓ خود کھائیں) ہمارے پاس سامان سفر ہے اس میں سے اس مسکین کو دے دیں گے۔ انہوں نے اپنا نام لے کر کہا عبداللہ کو یہ مچھلی بہت پسند آ رہی ہے۔ اس لئے اس مسکین کو یہی مچھلی دینی ہے۔

ابن سعد نے اس جیسی روایت ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ ان کی بیوی نے کہا ہم اس مسکین کو ایک درہم دے دیتے ہیں یہ درہم اس مچھلی سے زیادہ اس کے کام آئے گا، آپؓ یہ مچھلی

کھائیں اور اپنی چاہت پوری کریں۔ انہوں نے کہا میری چاہت وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔
حیۃ الصحابہ (۲/۲۱۱)

(قصہ ۳۸) ﴿سواونٹیوں کا صدقہ﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی ایک زمین دو سواونٹیوں کے بدلے میں بیچی پھر ان میں سے سواونٹیاں اللہ کے راستہ میں جانے والوں کو دے دیں اور ان کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ لوگ وادی قرئی سے گزرنے سے پہلے ان میں سے کوئی بھی اونٹنی نہ بیچیں۔
حلیۃ الاولیاء (۱/۲۹۶)

(قصہ ۳۹) ﴿انگور کا خوشہ﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیمار ہو گئے۔ ان کے لئے ایک درہم میں انگور کا ایک خوشہ خریدا گیا (جب وہ خوشہ ان کے سامنے رکھا گیا تو) اس وقت ایک مسکین نے آکر سوال کیا۔ انہوں نے کہا یہ خوشہ اسے دے دو (گھر والوں نے یہ خوشہ اس مسکین کو دے دیا وہ لیکر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خریدا لیا (کیونکہ بازار میں اس وقت انگور نایاب تھا اس لئے اس سے خریدا) اور حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس مسکین نے آکر پھر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لیکر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خریدا لیا اور لا کر پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا اس مسکین نے پھر آکر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لیکر چل دیا) پھر گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خریدا لیا (اور لا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا) اس مسکین نے پھر واپس آکر مانگنے کا ارادہ کیا تو گھر والوں نے اسے روک دیا لیکن اگر حضرت ابن عمرؓ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ خوشہ اس مسکین سے خریدا گیا ہے اور اسے سوال کرنے سے بھی روکا گیا ہے تو وہ اسے بالکل نہ چکھتے۔
حلیۃ الاولیاء (۱/۲۹۷)

(قصہ ۴۰) ﴿حضرت ابن عمرؓ کے روزے﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ روزانہ رات کو اپنے گھر والوں کو جمع کرتے اور سب ان کے بڑے پیالے میں سے کھاتے (کھانے کے دوران) بعض دفعہ وہ کسی مسکین کی آواز سنتے تو اپنے حصہ کا گوشت اور روٹی جا کر اسے دے دیتے جتنی دیر میں وہ مسکین کو دے کر واپس آتے اتنی دیر میں گھر والے پیالہ ختم کر چکے ہوتے۔ اگر مجھے اس پیالہ میں کچھ مل جاتا تو ان کو بھی مل جاتا۔ پھر اسی حال میں حضرت ابن عمرؓ صبح روزہ رکھ لیتے۔

طبقات ابن سعد (۱۲۲/۴)

(قصہ ۴۱) ﴿اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ”اے لوگوں میں سے سب سے بہتر!“ یا یوں کہا ”اے لوگوں میں سے سب سے بہتر کے بیٹے!“ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”نہ تو میں لوگوں میں سے سب سے بہتر ہوں اور نہ سب سے بہتر کا بیٹا ہوں بلکہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں اللہ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں، اللہ کی قسم! (بلاوجہ تعریفیں کر کے) تم آدمی کے پیچھے پڑ جاتے ہو اور پھر اسے ہلاک کر کے چھوڑتے ہو (کہ اس کے دل میں عجب و بڑائی پیدا ہو جاتی ہے)“

(حیۃ الصحابہ ۶۷۱/۲)

(قصہ ۴۲) ﴿یتیموں کا خیال﴾

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ جب بھی دوپہر کا یا رات کا کھانا کھاتے تو اپنے آس پاس کے یتیموں کو بلا لیتے۔ ایک دن دوپہر کا کھانا کھانے لگے تو ایک یتیم کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا لیکن وہ یتیم ملا نہیں (اس لئے یتیم کے بغیر کھانا شروع

کر دیا) حضرت ابن عمرؓ کے لئے میٹھے ستوتیار کئے جاتے تھے جسے وہ کھانے کے بعد پیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ یتیم آگیا اور یہ حضرات کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں پینے کے لئے ستو (کا پیالہ) پکڑا ہوا تھا آپ نے وہ پیالہ اس یتیم کو دے دیا اور فرمایا یہ لو اور میرا خیال ہے تم نقصان میں نہیں رہے۔

حیۃ الصحابہ (۲/۲۳۶)

(قصہ ۲۳) ﴿کھانا نہ کھانے کی انوکھی وجہ﴾

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کی بیوی پر کچھ لوگ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں ناراض ہوئے اور ان سے کہا کہ کیا تم ان بڑے میاں پر ترس نہیں کھاتی ہو کہ یہ کمزور ہوتے جا رہے ہیں (انہیں کچھ کھلایا پلایا کرو) انہوں نے کہا میں ان کا کیا کروں؟ جب بھی ہم ان کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں تو وہ اور لوگوں کو بلا لیتے ہیں جو سارا کھانا کھا جاتے ہیں (یوں دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود کھاتے نہیں) حضرت ابن عمرؓ جب مسجد سے نکلتے تو کچھ غریب لوگ ان کے راستے میں بیٹھ جاتے تھے (جن کو حضرت ابن عمرؓ ساتھ گھر لے آتے اور ان کو اپنے کھانے میں شریک کر لیتے) ان کی بیوی نے ان غریبوں کے پاس مستقل کھانا پہلے سے بھیج دیا اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم یہ کھانا کھا لو اور چلے جاؤ اور حضرت ابن عمرؓ کے راستے میں نہ بیٹھو حضرت ابن عمرؓ مسجد سے گھر آ گئے (انہیں راستے میں کوئی غریب بیٹھا ہوا نہ ملا) تو فرمایا فلاں اور فلاں کے پاس آدی بھیجو (تاکہ وہ کھانے کے لئے آجائیں آدمی ان کو بلانے گئے۔ لیکن ان میں سے کوئی نہ آیا کیونکہ) ان کی بیوی نے ان غریبوں کو کھانے کے ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ اگر تمہیں حضرت ابن عمرؓ بلائیں تو مت آنا (جب کوئی نہ آیا) تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں آج رات کھانا نہ کھاؤں چنانچہ اس رات کھانا نہ کھایا۔

حلیۃ الاولیاء (۱/۲۹۸)

(قصہ ۴۴) نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز ﴿﴾

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے مالک (عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعۃ الخزومی) نے کہا تم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ سفر میں جاؤ اور ان کی خدمت کرو (چنانچہ ان کے ساتھ سفر میں گیا) وہ جب بھی کسی چشمہ پر پڑاؤ ڈالتے تو چشمہ والوں کو اپنے ساتھ کھانے کے لئے بلاتے اور ان کے بڑے بیٹے بھی ان کے پاس آ کر کھانا کھاتے (تو کھانا کم اور آدمی زیادہ ہونے کی وجہ سے) ہر آدمی کو دو یا تین لقمے ملتے تھے۔ چنانچہ جھہ مقام پر بھی ان کا قیام ہوا تو وہاں کے لوگ بھی (ان کے بلانے پر) کھانے کے لئے آ گئے۔ اتنے میں کالے رنگ کا ایک بنگالڑکا بھی آ گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو بھی بلایا اس نے کہا مجھے تو بیٹھنے کی جگہ نظر نہیں آ رہی ہے۔ یہ سب لوگ بہت مل جل کر بیٹھے ہوئے ہیں حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹ گئے اور اس بچہ کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر بٹھالیا۔

حلیۃ الاولیاء (۱۱/۳) حیاۃ الصحابہ (۲۳۸/۲)

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

(قصہ ۴۵) شریذ کا پیالہ ﴿﴾

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو چلا۔ ان کے پاس بہت بڑا پیالہ تھا جس میں شریذ تیار کیا جاتا تھا پھر ان کے بیٹے، ان کے ساتھی اور جو بھی وہاں آ جاتا وہ سب اکٹھے ہو کر اس پیالے میں سے کھاتے اور بعض دفعہ اتنے آدمی اکٹھے ہو جاتے کہ کچھ آدمیوں کو کھڑے ہو کر کھانا پڑتا۔ ان کے ساتھ ان کا ایک اونٹ تھا جس پر نبیذ (وہ پانی جس میں کھجور کچھ دیر ڈال کر اسے میٹھا بنا لیا جائے) اور سادہ پانی سے بھرے ہوئے دو مشکیزے ہوتے تھے کھانے کے بعد ہر آدمی کو ستوا اور نبیذ سے بھرا ہوا ایک پیالہ ملتا جس کے پینے سے خوب اچھی طرح پیٹ بھر جاتا۔

طبقات ابن سعد (۱۰۱/۳)

(قصہ ۴۶) ﴿مسکینوں سے محبت﴾

حضرت معن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ جب کھانا تیار کر لیتے اور ان کے پاس سے کوئی اچھی وضع قطع والا آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے نہ بلاتے لیکن ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے بلا لیتے اور جب کوئی غریب آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے بلا لیتے لیکن ان کے بیٹے اور بھتیجے اسے نہ بلاتے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے جو کھانا کھانا نہیں چاہتا اسے یہ لوگ بلاتے ہیں اور جو کھانا چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

طبقات ابن سعد (۱۰۹/۳)

(قصہ ۴۷) ﴿حضرت ابن عمرؓ کی فرمانبرداری﴾

حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے مہاجرین کو پانچ ہزار والوں میں اور انصار کو چار ہزار والوں میں لکھا اور مہاجرین کے جو بیٹے جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے۔ ان کو چار ہزار والوں میں لکھا ان میں حضرت عمر بن ابی سلمۃ بن عبدالاسد مخزومی، حضرت اسامہ بن زید، حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش اسدی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا حضرت ابن عمرؓ ان میں سے نہیں ہیں اور ان کے یہ یہ فضائل ہیں (یہ ان سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور یہ ان سے افضل ہیں لہذا ان کو ان سے زیادہ دیا جائے) حضرت ابن عمرؓ نے کہا اگر میرا حق بنتا ہے تو مجھے دیں ورنہ نہ دیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عوفؓ سے کہا ابن عمرؓ کو پانچ ہزار والوں میں لکھ دو اور مجھے چار ہزار والوں میں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میرا مطلب یہ نہیں تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اور تم دونوں پانچ ہزار والوں میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

حیۃ الصحابہ (۲/۲۸۳)

(قصہ ۳۸) ﴿آخرت کا نفع﴾

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک مجلس میں بیس ہزار سے زیادہ درہم آئے تو انہوں نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی وہ سب تقسیم کر دیئے اور مزید ان کے پاس جو پہلے سے تھے وہ بھی سب دے دیئے اور جو کچھ پاس تھا وہ سب ختم کر دیا اتنے میں ایک صاحب آئے جن کو دینے کا ان کا پرانا معمول تھا (اب اپنے پاس تو دینے کے لئے کچھ بچا ہی نہیں تھا اس لئے) جن کو دیا تھا ان میں سے ایک آدمی سے ادھار لیکر ان صاحب کو دیئے۔

حضرت میمون کہتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کنجوس ہیں۔ یہ لوگ غلط کہتے ہیں اللہ کی قسم! جہاں خرچ کرنے سے (آخرت کا) نفع ہوتا ہے وہاں خرچ کرنے میں وہ بالکل کنجوس نہیں ہیں ہاں اپنے اوپر خرچ نہیں کرتے اور خواہ مخواہ نہیں دیتے۔

طبقات ابن سعد (۱۰۱/۴)

(قصہ ۳۹) ﴿دس ہزار درہم کا صدقہ﴾

حضرت ایوب بن وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو مجھے حضرت ابن عمرؓ کے ایک پڑوسی نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس حضرت معاویہؓ کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار، اور ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار (کل دس ہزار) اور ایک جھار والی چادر آئی۔ پھر وہ بازار گئے اور اپنی سواری کے لئے ایک درہم کا چارہ ادھار خریدا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے (اس لئے میں بڑا حیران ہوا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے اور یہ ایک درہم کا چارہ ادھار خرید رہے اس لئے) میں انکی باندی کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم سچ بتانا۔ کیا حضرت ابو عبد الرحمنؓ (یہ حضرت ابن عمرؓ کی کنیت ہے) کے پاس حضرت معاویہؓ کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار اور ایک چادر نہیں آئی ہے؟ اس

نے کہا ہاں آئی ہے میں نے کہا میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ ایک درہم کا چارہ ادھار خرید رہے تھے۔ (تو یہ کیا بات ہے؟ اتنے مال کے ہوتے ہوئے وہ ادھار کیوں خرید رہے تھے؟) اس باندی نے کہا رات سونے سے پہلے ہی انہوں نے وہ دس ہزار تقسیم کر دیئے تھے اور پھر وہ چادر اپنی کمر پر ڈال کر باہر چلے گئے تھے اور وہ بھی کسی کو دے دی پھر گھر واپس آگئے چنانچہ میں نے (بازار میں جا کر) اعلان کیا اے تاجروں کی جماعت! تم اتنی دنیا کما کر کیا کرو گے؟ (حضرت ابن عمرؓ کی طرح دوسروں پر سارا مال خرچ کر دو) کل رات حضرت ابن عمرؓ کے پاس دس ہزار کھرے درہم آئے تھے وہ (انہوں نے رات ہی سارے خرچ کر دیئے اس لیے) آج اپنی سواری کے لئے وہ ایک درہم کا ادھار چارہ خرید رہے تھے۔

حلیۃ الاولیاء (۲۹۶/۱)

(قصہ ۵۰) ﴿حضرت ابن عمرؓ اور اتباع رسول ﷺ﴾

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں میدان عرفات میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا جب وہ قیام گاہ سے چلے تو میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ وہ امام حج کی جگہ پر پہنچے اور اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کی پھر انہوں نے جبل رحمت پر وقوف فرمایا۔ میں اور میرے ساتھی بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ (غروب کے بعد) جب امام عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا تو ہم بھی حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ وہاں سے چل پڑے۔ جب حضرت ابن عمرؓ مازین مقام سے پہلے ایک تنگ جگہ پہنچے تو انہوں نے اپنی سواری بٹھائی تو ہم نے بھی اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ کے غلام نے جو سواری کو تھامے ہوئے تھے اس نے کہا نہیں یہ نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ انہیں یاد آ گیا ہے کہ حضور ﷺ جب اس جگہ پہنچے تھے تو آپ قضائے حاجت کے لئے رکے تھے اس لئے یہ بھی یہاں قضائے حاجت کرنا چاہتے ہیں۔

الترغیب والترہیب (۴۷/۱)

حضرت ابن عمرؓ مکہ اور مدینہ درمیان ایک درخت کے پاس جب پہنچتے تو اس کے نیچے دو پہر کو آرام فرماتے اور اس کی وجہ یہ بتاتے کہ حضور ﷺ نے اس درخت کے نیچے

دو پہر کو آرام فرمایا تھا۔

الترغیب والترہیب (۳۶/۱)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھے، چلتے چلتے جب وہ ایک جگہ کے پاس سے گزرے تو راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو لئے، ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ راستہ کیوں چھوڑ دیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہاں ایسے ہی کرتے دیکھا تھا اس لئے میں نے بھی ایسے ہی کیا۔

الترغیب والترہیب (۳۶/۱)

حضرت نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ مکہ مکرمہ کے راستہ میں (سیدھا نہیں چلتے تھے بلکہ کبھی راستہ کے دائیں طرف) سواری کو موڑ لیا کرتے تھے (کبھی بائیں طرف) اور فرمایا کرتے تھے میں ایسا اس لئے کرتا ہوں تاکہ میری سواری کا پاؤں حضور ﷺ کی سواری کے پاؤں والی جگہ پر پڑ جائے۔

حلیۃ الاولیاء (۳۱۰/۱)

(قصہ ۵۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اونٹ

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو بیت المال کی چراگاہ میں چھوڑ آیا جب وہ خوب موٹے ہو گئے تو میں انہیں (بیچنے کے لئے بازار) لے آیا اتنے میں حضرت عمرؓ بھی بازار تشریف لے آئے اور انہیں موٹے موٹے اونٹ نظر آئے، انہوں نے پوچھا یہ اونٹ کس کے ہیں۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہیں، فرمانے لگے اے عبداللہ بن عمر! واہ واہ! امیر المومنین کے بیٹے کے کیا کہنے! میں دوڑتا ہوا آیا اور میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اونٹ کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ اونٹ خریدے تھے اور بیت المال کی چراگاہ میں چرنے کے لئے بھیجے تھے (اب میں ان کو بازار لے آیا ہوں) تاکہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح انہیں بیچ کر نفع حاصل کروں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں بیت المال کی چراگاہ میں لوگ ایک دوسرے کو کہتے ہو گئے امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو چراؤ اور امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو پانی پلاؤ

(میرا بیٹا ہونیکے وجہ سے تمہارے اونٹوں کی زیادہ رعایت کی ہوگی اس لئے) اے عبداللہ بن عمرؓ ان اونٹوں کو بیچو اور تم نے جتنی رقم میں خریدے تھے وہ تو تم لے لو اور باقی زائد رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرادو۔
حیاء الصحابہ (۳۱۶/۲)

(قصہ ۵۲) ﴿مکاتب غلام﴾

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنایا (یعنی اسے فرمایا کہ اتنی رقم دے دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے) اور مال کی ادائیگی کی قسطیں مقرر کر دیں جب پہلی قسط کی ادائیگی کا وقت آیا تو غلام وہ قسط لیکر ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا یہ مال تم نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ مزدوری کر کے کمایا ہے اور کچھ مانگ کر لایا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تم مجھے لوگوں کا میل کچیل کھانا چاہتے ہو؟ جاؤ تم اللہ کے لئے آزاد ہو اور مال جو تم لیکر آئے ہو وہ بھی تمہارا ہی ہے۔
حلیۃ الاولیاء (۳۰۱/۱)

(قصہ ۵۳) ﴿دنیا کی آلائشوں سے اجتناب﴾

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو چپکے سے اس ٹوہ میں لگایا کہ وہ یہ پتہ چلائیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے دل میں کیا ارادہ ہے؟ آیا وہ (یزید کی بیعت نہ کرنے اور خلیفہ بننے کے لئے) جنگ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا اے ابو عبد الرحمن (یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی کنیت ہے) آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کے صاحبزادے ہیں اور آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں آپ خلیفہ وقت کے خلاف کیوں نہیں اٹھ کھڑے ہوتے؟ اگر آپ ایسا کریں تو ہم آپ سے بیعت ہونے کو تیار ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا کیا آپ کی اس رائے سے تمام لوگوں کو اتفاق ہے؟ حضرت عمروؓ نے کہا

ہاں! تھوڑے سے آدمیوں کے علاوہ باقی سب متفق ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا اگر سب مسلمان اس رائے سے اتفاق کر لیں لیکن ہجر مقام کے تین آدمی اتفاق نہ کریں تو بھی مجھے اس خلافت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے حضرت عمرو بن عاصؓ سمجھ گئے کہ ان کا جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ پھر حضرت عمرو بن عاصؓ نے پوچھا کیا آپ اس آدمی سے بیعت ہونے کے لئے تیار ہیں جس کی بیعت پر تمام لوگ اتفاق کرنے ہی والے ہیں؟ اور وہ آدمی آپ کے نام اتنی زمین اور اتنا مال لکھ دے گا کہ پھر آپ کو اور آپ کی اولاد کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا آپ پر سخت حیرت ہے آپ میرے پاس سے تشریف لے جائیں اور آئندہ کبھی (اس کام کے لئے) میرے پاس نہ آئیں۔ آپ کا بھلا ہو۔ میرا دین آپ لوگوں کے دینا درود رہم کی وجہ سے نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح سے جاؤں کہ میرا ہاتھ (دنیا کی آلائشوں سے) بالکل پاک صاف ہو۔

(طبقات ابن سعد (۱۳۱/۴))

(قصہ ۵۴) حضور ﷺ کی حضرت ابن عمرؓ کو نصیحت

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ باہر نکلے۔ آپ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور زمین سے کھجوریں چن کر نوش فرمانے لگے اور مجھ سے فرمایا اے ابن عمرؓ! کیا ہوا تم نہیں کھاتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ان کھجوروں کے کھانے کو میرا دل نہیں چاہ رہا ہے حضور ﷺ نے فرمایا لیکن میرا دل تو چاہ رہا ہے اور یہ چوتھی صبح ہے جو میں نے کچھ نہیں کھایا۔ اگر میں چاہتا تو میں اپنے رب سے دعا کرتا، وہ مجھے کسریٰ اور قیصر جیسا ملک دے دیتا اے ابن عمرؓ! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگوں میں رہ جاؤ گے جو ایک سال کی روزی ذخیرہ کر کے رکھیں گے اور یقیناً کمزور ہو جائے گا؟ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہم ابھی وہاں ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی:

”وَكَايْنِ مَنْ ذَا بَنِي لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“

(العنکبوت: ۶۰)

”اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے۔ اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے“

پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ دنیا جمع کرنے کا اور نہ خواہشات کے پیچھے چلنے کا حکم دیا۔ لہذا جو آدمی اس ارادے سے دنیا جمع کرتا ہے کہ بقیہ زندگی میں کام آئے گی تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ زندگی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (نہ معلوم کتنے دن باقی ہیں) غور سے سنو! میں دینار و درہم جمع نہیں کرتا اور نہ کل کے لئے کچھ بچا کر رکھتا ہوں۔

تفسیر ابن کثیر (۳/۳۲۰)

(قصہ ۵۵) ﴿حضرت ابن عمرؓ کا سالن﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں گھر میں اپنے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے۔ میں نے ان کے لئے صدر مجلس میں جگہ خالی کر دی (وہ وہاں بیٹھ گئے) پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک لقمہ لیا اور پھر دوسرا لیا پھر فرمایا مجھے اس سالن میں چکنائی محسوس ہو رہی ہے۔ جو کہ گوشت کی نہیں ہے بلکہ الگ سے ڈالی گئی ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! میں آج بازار (دور درہم بیکر) گیا تھا میرا خیال تھا کہ میں عمدہ اور چربی والا گوشت خریدوں گا لیکن وہ مہنگا تھا اس لئے میں نے ایک درہم کا کمزور جانور کا گھٹیا گوشت خرید لیا اور ایک درہم کا گھی خرید کر اس میں ڈال دیا (میں نے اپنا خرچہ نہیں بڑھایا) میں نے سوچا اس طرح میرے بیوی بچوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ہڈی تو مل جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا جب حضور ﷺ کے سامنے گوشت اور گھی دونوں آجاتے تو ایک کو نوش فرماتے اور دوسرے کو صدقہ کر دیتے (دونوں کو نوش نہ فرماتے اس لئے میں بھی یہ سالن نہیں کھا سکتا اس میں گوشت بھی ہے اور گھی بھی) میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! اس وقت تو آپ یہ سالن کھالیں آئندہ جب بھی گوشت اور گھی مجھے ملے گا میں یہی کروں گا (کہ ایک کو کھالوں گا اور دوسرے کو صدقہ

کردوونگا۔ دونوں کو ملا کر ایک سالن نہیں بناؤں گا) حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اس سالن کو کھانے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں۔ (سنن ابن ماجہ)

صحابہ کرامؓ کی سادگی کا یہ عالم بھی ملاحظہ کیجئے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے روز مرہ کے حالات پر بھی نگاہ ڈالئے۔ ہماری اور ان حضرات کی زندگی کا واضح فرق عیاں ہو جائے گا۔ شاید ہی ہمارا کوئی کھانا ایسا ہوتا ہو جس میں وہ تمام چیزیں موجود نہ ہو جو قرن اول کے حضرات کے سامنے کھانے کے عیوب میں شمار ہوتی تھیں۔ روزی کی برکتوں سے محروم ہونے کا ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے۔

(قصہ ۵۶) ﴿دوسرے مسلمانوں کو اپنی ذات پر ترجیح﴾

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس وقت کھانا کھاتے جب ساتھ کھانے والا کوئی اور بھی ہوتا اور جب کھاتے تو چاہے کھانا کتنا زیادہ ہوتا پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابن مطیع رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت کرنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا جسم بہت دبلا ہو چکا ہے، تو انہوں نے ان کی بیوی حضرت صفیہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا کیا تم ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتی؟ اگر تم ان کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کرو تو ہو سکتا ہے کہ یہ دبلا پن ختم ہو جائے اور کچھ تو جسم ان کا بن جائے اس لئے ان کے لئے عمدہ کھانا خاص طور سے اہتمام سے تیار کیا کرو۔ حضرت صفیہ نے کہا ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں لیکن یہ اپنے کھانے پر تمام گھر والوں کو اور (باہر کے) تمام حاضرین کو بلا لیتے ہیں (اور سارا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود بہت کم کھاتے ہیں) لہذا آپ ہی ان سے اس بارے میں بات کریں، لہذا اس پر حضرت ابن مطیع نے کہا اے عبدالرحمن! (یہ ان کی کنیت ہے) اگر آپ کچھ اچھا کھانا کھالیا کریں تو اس سے آپ کی جسمانی کمزوری دور ہو جائے گی، انہوں نے فرمایا مجھ پر آٹھ سال مسلسل ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھالیا یا صرف ایک مرتبہ ہی پیٹ بھر کر کھایا ہوگا۔ اب تم چاہتے ہو کہ میں پیٹ بھر کر کھایا کروں جبکہ گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی باقی رہ گئی ہے۔

(قصہ ۵۷) ﴿شکم سیری سے اجتناب﴾

حضرت عمر بن حمزہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی گزرا اور اس نے کہا آپ مجھے بتائیں کہ جس دن میں نے آپ کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جرف مقام پر بات کرتے ہوئے دیکھا تھا آپ نے ان کو کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا میں نے ان سے کہا تھا اے ابو عبدالرحمن! آپ کا جسم بہت دبلا ہو گیا ہے اور عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے نہ آپ کا حق پہچانتے ہیں اور نہ آپ کا مقام۔ آپ یہاں سے گھر واپس جا کر اپنے گھر والوں سے کہیں کہ وہ آپ کے لئے خاص طور سے اچھا سا کھانا تیار کر دیا کریں۔ انہوں نے کہا تیرا بھلا ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے گیارہ سال سے بلکہ بارہ سال سے بلکہ تیرہ سال سے بلکہ چودہ سال سے ایک دفعہ بھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اب تو گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی ہے اب یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

حلیۃ الاولیاء (۲۹۸/۱)

شکم سیری انسان کو عملی زندگی میں مستعدی اور نشاط سے محروم کر دیتی ہے۔ اس حالت میں انسان کا جسم اور دماغ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ نیند کی زیادتی اور رطوبات کا بڑھ کر حافظہ کو کمزور کر دینا شکم سیری کے سنگین نتائج میں سے ہیں۔ طلبہ کو خصوصی طور پر نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ ضرورت کے بقدر کھانا کھائیں اور جہاں تک ہو سکے بسیار خوری سے پرہیز کریں۔ اس طرح عملی زندگی میں نشاط حاصل کیا جاسکتا ہے جو کہ تعلیم و تعلم کے لئے بہت مفید ہے۔

(قصہ ۵۸) ﴿کھانا ہضم کرنے کی دوا﴾

حضرت عبداللہ بن عدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام تھے وہ عراق سے آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا میں آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ نے پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جوارش ہے حضرت عبداللہؓ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا اس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے

چالیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا میں اس جوارش کا کیا کروں گا؟

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے کیا کہا میں آپ کے لئے جوارش تیار کر دوں؟ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ اس آدمی نے کہا اگر آپ کسی دن کھانا اتنا زیادہ کھالیں کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جائے اور پھر اس جوارش کو استعمال کر لیں تو اس سے اس کھانے کو ہضم کرنا آسان ہو جائے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے چار ماہ سے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اور یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مجھے کھانا ملتا نہیں ہے کھانا تو بہت ہے لیکن میں ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں جو ایک وقت پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور دوسرے وقت بھوکے رہتے تھے۔

(طبقات ابن سعد ۱۱۰/۴)

(قصہ ۵۹) ﴿کھانے کی خواہش اور حضرت عمرؓ کی تنبیہ﴾

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کے ہاں گئے۔ اس وقت حضرت عبداللہؓ کے سامنے گوشت رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا میرا گوشت کھانے کو دل چاہتا لہذا میں لے آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارا جس چیز کو دل چاہے گا کیا تم اسے ضرور کھاؤ گے؟ آدمی کے فضول خرچ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو چیز کھانے کو اس کا دل چاہے وہ اسے ضرور کھائے۔

حیۃ الصحابہ (۲/۳۹۴)

(قصہ ۶۰) ﴿ابن عمرؓ کی بیٹے کو نصیحت﴾

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ایک نوجوان بیٹے نے آپ سے لنگی مانگی اور کہا میری لنگی پھٹ گئی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا لنگی جہاں سے پھٹی ہے وہاں سے کاٹ دو اور باقی کو سی کر پہن لو۔ اس نوجوان کو یہ بات اچھی نہ لگی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس سے کہا تیرا بھلا ہوا اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ بنو جو اللہ تعالیٰ کے رزق کو اپنے پیٹوں میں اور اپنی پشتوں پر ڈال

دیتے ہیں یعنی اپنا سارا مال کھانے اور لباس پر خرچ کر دیتے ہیں۔ حلیۃ الاولیاء (۳۰/۱)

(قصہ ۶۱) ﴿ابن عمرؓ کی حضور ﷺ سے محبت﴾

حضرت عبدالرحمن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس تھا ان کا پاؤں سو گیا۔ میں نے کہا ابو اے عبدالرحمن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یہاں سے اس کا پٹھا اکٹھا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا آپ کو جس سے زیادہ محبت ہے اس کا نام لے کر پکاریں (انشاء اللہ پاؤں ٹھیک ہو جائے گا) انہوں نے کہا اے محمد ﷺ! اور یہ کہتے ہی ان کا پاؤں ٹھیک ہو گیا اور انہوں نے اسے پھیلا لیا۔ طبقات ابن سعد (۱۵۴/۴)

(قصہ ۶۲) ﴿حضرت ابن عمرؓ کے بچپن کا ایک واقعہ﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو انہوں نے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتوں کو نقل کرنے والا کون ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ جمیل بن معمر جمحی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ صبح کو ان کے پاس گئے۔ حضرت عبداللہؓ (بن عمر) فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت عمرؓ کے پیچھے پیچھے گیا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ میں بچہ تو ضرور تھا لیکن جس چیز کو دیکھ لیتا تھا اسے سمجھ لیتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے جمیل کے پاس جا کر اس سے کہا اے جمیل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو گیا ہوں؟ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) جمیل نے حضرت عمرؓ کو کچھ جواب نہ دیا بلکہ کھڑے ہو کر اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے چل دیا۔ حضرت عمرؓ اس کے پیچھے چل دیئے اور میں حضرت عمرؓ کے پیچھے یہاں تک کہ جمیل نے مسجد (حرام) کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے پکار کر کہا اے جماعت قریش! غور سے سنو! خطاب کا بیٹا عمر بے دین ہو گیا ہے۔ قریش کعبہ کے ارد گرد اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جمیل کے پیچھے سے کہا یہ غلط کہتا ہے میں تو مسلمان ہوا ہوں اور کلمہ شہادت: اَشْهَدُ اَنْ لَا

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ پڑھا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ حضرت عمرؓ کی طرف چھپے۔ وہ سب حضرت عمرؓ سے لڑتے رہے یہاں تک کہ سورج سروں پر آگیا۔ اور حضرت عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے۔ اور سب مشرک حضرت عمرؓ کے سر پر کھڑے تھے اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے کہ جو تمہارا دل چاہتا ہے کر لو۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم (مسلمان) تین سو ہو گئے تو یا تو تم (مکہ) ہمارے لئے چھوڑ کر چلے جاؤ گے یا ہم تمہارے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں یوں ابھی ہو ہی رہا تھا کہ قریش کا ایک بوڑھا آدمی سامنے سے آیا جو یمنی چادر اور دھاری دار کرتا پہنے ہوئے تھا۔ وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے پوچھا تم لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا ہے۔ اس بوڑھے نے کہا ارے چھوڑو۔ ایک آدمی نے اپنے لئے ایک بات پسند کی ہے۔ تم اس سے کیا چاہتے ہو؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ قبیلہ بنو عدی اپنے آدمی (حضرت عمرؓ) کو ایسے ہی تمہارے حوالے کر دیں گے؟ اس آدمی کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس بڑے میاں کے کہتے ہی وہ لوگ ایسے حضرت عمرؓ سے چھٹ گئے جیسے کہ ان کے اوپر سے کوئی چادر اتار لی گئی ہو جب میرے والد ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا ابا جان! جس دن آپ اسلام لائے تھے اور مکہ کے کافر آپ سے لڑ رہے تھے تو ایک آدمی نے آ کر ان لوگوں کو ڈانٹا تھا جس پر وہ لوگ سب آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ آدمی کون تھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل سہمی تھے۔ (حیۃ الصحابہ)

(قصہ ۶۳) ﴿حضرت ابن عمرؓ کا شوق جہاد﴾

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا جنگ بدر کے دن مجھے حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا لیکن حضور ﷺ نے مجھے چھوٹا سمجھ کر قبول نہ فرمایا اس جیسی سخت رات کبھی نہیں آئی تھی۔ حضور ﷺ کے قبول نہ فرمانے کی وجہ سے مجھے بڑا غم تھا اور میں ساری رات جاگتا رہا اور روتا رہا۔ اگلے سال پھر مجھے حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے مجھے قبول فرمایا

میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت عبداللہؓ کی یہ بات سن کر ایک آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمن! جس دن دونوں فوجیں مقابلہ میں آئی تھیں (یعنی جنگ احد کے دن) کیا اس دن آپ لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو معاف فرمادیا اس پر اللہ کا بڑا شکر ہے۔
(حیاء الصحابہ)

(قصہ ۶۴) ﴿اتباع سنت کا اہتمام﴾

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمیں رخصت کرنے کے لئے ہمارے ساتھ گئے جب ہمیں رخصت کر کے واپس جانے لگے تو فرمایا آپ دونوں کو دینے کے لئے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں لیکن میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کسی چیز کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں اس لئے میں آپ لوگوں کے دین کو اور امانت کو اور آپ لوگوں کے اعمال کے خاتمے کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔
(حیاء الصحابہ)

(قصہ ۶۵) ﴿فتح مکہ کے موقع پر.....!﴾

قریش اور اسلام کی فتح و شکست کا آخری معرکہ فتح مکہ تھا، اس وقت ابن عمرؓ کی عمر ۲۰ سال کی تھی، پورے جوان ہو چکے تھے اور ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے دوسرے مجاہدین کے دوش بدوش تھے، سامان جنگ میں ایک تیز رفتار گھوڑا اور ایک بھاری نیزہ تھا جسم پر ایک چھوٹی سی چادر تھی اور خود اپنے ہاتھ سے گھوڑے کے لئے گھاس کاٹ رہے تھے اس حالت میں آنحضرت ﷺ کی نظر پڑی تو تعریف کے لہجے میں فرمایا کہ ”عبداللہ ہے عبداللہ“ فتح کے بعد خانہ کعبہ میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے پیچھے داخل ہوئے چنانچہ ان کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ اونٹ پر سوار مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوئے تھے اسامہ بن زیدؓ ان کے ساتھ سوار تھے، عثمان بن طلحہؓ اور بلالؓ جلو میں تھے، خانہ کعبہ کے صحن میں اونٹ بٹھا کر کنجیاں منگائیں اور کعبہ کھول کر تینوں ایک ساتھ داخل ہوئے، ان لوگوں کے بعد سب سے پہلا داخل ہونے والا میں تھا۔ (حیاء الصحابہ)

(قصہ ۶۶) صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان ﴿﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ہم رکاب ہوئے اور بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا اور حسن اتفاق یہ کہ یہ شرف اپنے پدر عالی قدر سے پہلے حاصل کر لیا، اس کی صورت یہ پیش آئی کہ حدیبیہ کے دن حضرت عمرؓ نے عبداللہؓ کو ایک انصاری کے پاس گھوڑا لانے کے لئے بھیجا تھا کہ جہاد میں وہ اس پر سوار سکیں، عبداللہؓ باہر نکلے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ صحابہؓ سے بیعت لے رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے پہنچ کر پہلے خود بیعت کی اور اس کے بعد گھوڑا لیکر گئے اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی، انہوں نے بھی جا کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

(رواہ البخاری فی کتاب المغازی باب غزوہ حدیبیہ)

(قصہ ۶۷) حضرت عمرؓ کی جانشینی ﴿﴾

جب حضرت عمرؓ کا وقت آخر ہوا اور ابن عمرؓ کو اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کسی کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا خیال نہیں رکھتے، جس سے ان کے خیال میں آئندہ مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا تو ڈرتے ڈرتے باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا بیان ہے کہ میں یہ جرأت تو کر گیا مگر مارے خوف کے معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اٹھا رہا ہوں میں پہنچا تو پہلے حضرت عمرؓ لوگوں کے حالات پوچھتے رہے، پھر میں نے جرأت کر کے عرض کی کہ میں لوگوں کی چہ میگوئیاں گوش گزار کرنے حاضر ہوا ہوں ان کا خیال ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین منتخب نہ فرمائیں گے تو فرض کیجئے کہ وہ چرواہا جو آپ کی بکریوں اور اونٹوں کو چراتا ہے، اگر گلہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا جائے تو اس کے ریوڑ کا کیا حشر ہوگا؟ ایسی حالت میں انسانوں کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے! حضرت عمرؓ نے اس معقول استدلال کو پسند کیا پھر کچھ سوچ کر بولے خدا خود اپنے گلہ کا نگہبان ہے، اگر میں کسی کو اپنا جانشین نامزد نہ کروں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ رسول ﷺ نے بھی نامزد نہیں فرمایا تھا اور اگر کر جاؤں تو بھی

کوئی حرج نہیں کہ ابوبکرؓ نامزد کر گئے تھے، ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کا نام لیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ پر کسی کو ترجیح نہ دیں گے اور کسی کو اپنا جانشین خود نہ بنا جائیں گے، چنانچہ انہوں نے اپنے بعد اپنی جانشینی کا مسئلہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے سپرد کر دیا جس میں متعدد اکابر صحابہ شامل تھے۔ (رواہ البخاری فی کتاب المغازی باب فتح مکہ)

(قصہ ۶۸) ﴿حضرت ابن عمرؓ کی وسعت علمی﴾

تلاوت قرآن کے ساتھ آپ کو غیر معمولی شغف تھا، اس کی سورت و آیات پر فکرو تدبر میں عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ صرف کیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف بقرہ پر ۱۴ برس صرف کیے۔ اس غیر معمولی شغف نے آپ میں قرآن کی تفسیر و تاویل کا غیر معمولی ملکہ پیدا کر دیا تھا، فہم قرآن کا ملکہ آپ میں عفوان شباب ہی میں پیدا ہو گیا تھا، چنانچہ اکابر صحابہؓ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی علمی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے گرد صحابہؓ کا مجمع تھا، ابن عمرؓ بھی موجود تھے، آنحضرت ﷺ نے قرآن پاک کی اس مثال:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ صَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ
بِإِذْنِ رَبِّهَا.

”تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کی کیسی اچھی مثال دی ہے کہ وہ

پاک درخت کے مثل ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان تک

ہیں وہ اپنے خدا کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہے“ (ابراہیم: ۲۴-۲۵)

کے متعلق صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ وہ درخت کون سا ہے، جو مرد مسلم کی طرح سدا بہار ہے اس کے پتے کبھی خزاں رسیدہ نہیں ہوتے اور ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے، اس سوال کے جواب میں تمام صحابہؓ حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ تک خاموش رہے تو

آپؓ نے خود بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ ابن عمرؓ پہلے ہی سمجھ چکے تھے، لیکن اکابر صحابہؓ کی خاموشی کی وجہ سے چپ رہے، جب حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے جواب کیوں نہ دیا تمہارا جواب دینا مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔ (رواہ البخاری فی کتاب التفسیر سورۃ ابراہیم)

(قصہ ۶۹) ﴿ناسخ و منسوخ کے عالم﴾

بعض اوقات آیات کے شان نزول اور ناسخ و منسوخ کی لاعلمی کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہو جاتے تھے ابن عمرؓ اپنی فہم قرآنی سے اس قسم کے شکوک کا ازالہ کر دیتے، ایک شخص کو قرآن پاک کی اس آیت:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ.

”جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے، ان کو عذاب الیم کی بشارت دیدو“

کے بارے میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ زکوٰۃ دینے کے بعد کیوں انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ ہے اور عدم انفاق کی صورت میں عذاب الیم کی وعید کیوں ہے، اس نے ابن عمرؓ سے پوچھا، آپؓ نے بتایا کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو سونا چاندی جمع کر کے زکوٰۃ نہیں دیتا، وہ قابل افسوس ہے اور یہ آیت زکوٰۃ کی فرضیت کے نزول سے پہلے کی ہے، زکوٰۃ تو خود ہی مال کو ظاہر کر دیتی ہے۔ (رواہ البخاری ۱۸۸/۱)

(قصہ ۷۰) ﴿امیر کی اطاعت﴾

حدیث کی تلاش و جستجو نے ابن عمرؓ کو حدیث کا دریا بنا دیا تھا، جس سے ہزاروں لاکھوں مسلمان سیراب ہوئے ان کی ذات سے حدیث کا وافر حصہ اشاعت پذیر ہوا، حضرت ابن عمرؓ آنحضرت ﷺ کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اس میں آپ کا

مشغلہ صرف علم کی اشاعت تھا، اسی لئے آپ نے کوئی عہدہ قبول نہیں کیا کہ اس سے یہ مبارک سلسلہ منقطع ہو جاتا، مدینہ میں مستقل حلقہ درس تھا، اس کے علاوہ اشاعت کے لئے سب سے بہترین موقع حج کا تھا، جس میں تمام اسلامی ملکوں کے مسلمان جمع ہوتے تھے، چنانچہ آپ اس موقع پر فتویٰ دیتے تھے، اس سے بہت جلد مشرق سے مغرب تک احادیث پھیل جاتی تھیں، لوگوں کے گھروں پر جا کر حدیث سناتے تھے، زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ابن عمرؓ کے ساتھ عبداللہ بن مطیع کے یہاں گئے، عبداللہ بن مطیع نے خوش آمدید کہا اور ان کے لئے بچھونا بچھایا انہوں نے کہا میں اس وقت تمہارے پاس صرف ایک حدیث سنانے کی غرض سے آیا ہوں رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جس شخص نے (امیر کی) اطاعت سے دست برداری کی وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مراوہ جاہلیت کی موت مرا۔

رواہ احمد (۱۵۴/۲)

(قصہ ۷۱) ﴿ حضرت ابن عمرؓ اور کثرت سلام ﴾

حضرت طفیل بن ابی بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آیا کرتا تھا، وہ میرے ساتھ بازار جاتے جب ہم بازار جاتے تو حضرت ابن عمرؓ کا جس کباڑیے پر، بیچنے والے پر، جس مسکین پر غرض یہ کہ جس مسلمان پر گزر ہوتا اسے سلام کرتے۔

ایک دن میں ان کی خدمت میں گیا وہ مجھے اپنے ساتھ بازار لے گئے، میں نے کہا ”آپ بازار کس لئے آتے ہیں؟ نہ تو کسی بیچنے والے کے پاس رکتے ہیں اور نہ کسی سامان کے بارے میں پوچھتے ہیں اور نہ قیمت معلوم کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ آئیے یہاں ہم بیٹھ جاتے ہیں کچھ دیر باتیں کرتے ہیں“ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا ”اے پیٹو! (میرا پیٹ بڑا تھا) ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آتے ہیں لہذا جو ملتا جائے اسے سلام کرتے جاؤ۔“

ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم تو سلام کی وجہ بازار آئے ہیں لہذا جو ملے گا ہم اسے سلام کریں گے۔
(حیاء الصجابہ (۲/۶۲۳))

(قصہ ۷۲) ﴿حضرت ابن عمرؓ کا انداز تعلیم﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی تعلیم کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا، آپ کے ایک شاگرد علی بن عبدالرحمن کا بیان ہے کہ میں حالت نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا تھا، نماز تمام کر چکا تو ابن عمرؓ نے ٹوکا اور کہا جس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے، اس طریقہ سے پڑھا کرو، پھر خود ہی آپ نے مجھے نماز کا مکمل طریقہ سمجھایا۔

(موطا امام مالک، ص: ۳۵)

(قصہ ۷۳) ﴿فتویٰ دینے میں احتیاط﴾

ابن عمرؓ حدیث کی طرح فتاویٰ میں بھی بہت محتاط تھے جب تک کسی مسئلہ کے متعلق پورا یقین نہ ہوتا فتویٰ نہ دیتے، حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے وہ اپنے فتاویٰ اور اعمال میں نہایت سخت محتاط تھے اور خوب سوچ سمجھ کر کہنے والے اور کرنے والے تھے۔

اگر کوئی مسئلہ علم میں نہ ہوتا تو نہایت صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے۔ ایک مرتبہ کسی نے مسئلہ پوچھا آپ کو علم نہ تھا فرمایا ”مجھے نہیں معلوم“ اس کو ان کی صاف بیانی پر تعجب ہوا کہنے لگا ”ابن عمرؓ بھی خوب آدمی ہیں جو چیز معلوم نہ تھی اس سے صاف لاعلمی ظاہر کر دی“

عقبہ بن مسلم کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، فرمایا مجھ کو معلوم نہیں، تم میری پیٹھ کو جہنم کا پل بنانا چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو کہ ابن عمرؓ نے مجھ کو ایسا فتویٰ دیا تھا۔

ابن عباسؓ کو آپ کا یہ طرز عمل تعجب انگیز معلوم ہوتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ ”مجھ کو ابن عمرؓ پر تعجب آتا ہے کہ جس چیز میں ان کو ذرا بھی شک ہوتا ہے خاموش رہتے ہیں اور فتویٰ طلب کرنے والے کو لوٹا دیتے ہیں۔ اگر کبھی فتویٰ دینے کے بعد غلطی معلوم

ہوتی تو بلا پس و پیش پہلے فتویٰ سے رجوع کر لیتے اور مستفتی کو صحیح فتویٰ سے آگاہ کر دیتے۔ ایک مرتبہ عبدالرحمن بن ابی ہریرہؓ نے آبی مردار کے متعلق استفتاء کیا کہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں آپ نے ناجائز بتایا بعد میں قرآن منگا کر دیکھا تو یہ حکم ملا، احل لکم صید البحر و طعامہ، چنانچہ انہوں نے عبدالرحمن کے پاس کہلا بھیجا کہ ”اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں“ دوسرے عالم مفتیوں کو بھی اپنی رائے و قیاس سے فتویٰ دینے سے منع فرماتے تھے حضرت جابرؓ بصرہ کے مفتی تھے۔ ابن عمرؓ ان سے ملے تو پہلی ہدایت یہ فرمائی کہ ”تم بصرہ کے مفتی ہو، لوگ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے بغیر فتویٰ نہ دیا کرو آپ کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے علاوہ کوئی تیسری قسم تھی ہی نہیں۔“

اعلام الموقعین (۶۷/۱)

(قصہ ۷۴) ﴿﴾ حضرت ابن عمرؓ کی خشیت و خوف خدا ﴿﴾

خشیت الہی تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے، خشیت یہ ہے کہ خدا کے ذکر سے انسان کے قلب میں گداز پیدا ہو قرآن پاک میں صحابہؓ کی تعریف میں ہے، ”إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ“، یعنی جب ان کو جب خدا یاد آتا ہے تو ان کے دل ہل جاتے ہیں، حضرت ابن عمرؓ میں یہ کیفیت بڑی نمایاں تھی چنانچہ وہ قرآن پاک کی یہ آیت:

(الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذكر الله)

”کیا مسلمانوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد سے ان کے

دل میں خشوع پیدا ہو“

پڑھتے تھے تو ان پر بے اختیار رقت طاری ہوتی ایک مرتبہ حضرت عیسٰیؑ نے فُکِّفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ تِلَاوَتِ کی، تو آپ اس قدر روئے کہ داڑھی اور گریبان آنسوؤں سے تر ہو گئے اور پاس بیٹھے والوں پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ بہ مشکل برداشت کر سکے، فتنہ کے زمانے میں جب ہر حوصلہ مند اپنی خلافت کا خواب دیکھتا تھا ابن عمرؓ نے اپنے فضل و کمال، زہد و اتقاء لوگوں میں اپنی ہر دلعزیزی اور مقبولیت

بلکہ اکثر لوگوں کی خواہش کے باوجود خدا کے خوف سے خلافت کے حصول سے اپنے دامن بچائے رکھا۔

نافعؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ایک دن ابن عمرؓ خانہ کعبہ میں سر بسجود ہو کر کہہ رہے تھے کہ خدایا تو خوب جانتا ہے کہ میں نے حصول دنیا میں قریش کی مزاحمت صرف تیرے خوف سے نہیں کی۔
(اسد الغالبہ (۳/۲۲۹))

(قصہ ۷۵) واقف ہوا اگر لذت بیداری شب سے ﴿﴾

آپ بڑے عبادت گزار و شب زندہ دار تھے، اوقات کا بیشتر حصہ عبادت الہی میں صرف ہوتا، نافعؓ روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ رات بھر نمازیں پڑھتے تھے صبح کے قریب مجھ سے پوچھتے کہ کیا صبح کی سفیدی نمودار ہو گئی ہے؟ اگر میں ہاں کہتا تو پھر طلوع سحر تک استغفار میں مشغول ہو جاتے اگر نہیں کہتا تو بدستور نماز میں مشغول رہتے۔ روزانہ کا معمول تھا کہ مسجد نبوی سے دن چڑھے نکلنے بازار کی ضروریات پوری کرتے پھر نماز پڑھ کر گھر جاتے۔

محمد بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ رات بھر میں چار پانچ مرتبہ اٹھ کر نمازیں پڑھتے تھے۔

ابن سیرین کا بیان ہے کہ رات میں پورا قرآن ختم کر دیتے حج کسی سال ناغہ نہیں ہوا حتیٰ کہ فتنہ کے زمانہ میں بھی جب مکہ بالکل غیر مامون حالت میں تھا، انہوں نے حج نہ چھوڑا، چنانچہ ابن زبیرؓ اور حجاج کی جنگ کے زمانہ میں جب انہوں نے حج کا قصد کیا تو لوگوں نے روکا کہ یہ حج کا موقعہ نہیں، فرمایا اگر کسی نے روک دیا تو اسی طرح رک جاؤں گا، جس طرح آنحضرت ﷺ کو دشمنوں نے روکا تھا (صلح حدیبیہ کے زمانہ میں) تو آپ رک گئے تھے اور اگر نہ روکا تو سعی و طواف پورا کروں گا، چنانچہ صرف اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کی نیت کی تھی، انہوں نے اس موقع پر عمرہ کی نیت کی کہ آنحضرت ﷺ کے اس واقعہ سے مشابہت ہو جائے وہ یوں بھی تمام مسائل کے

بڑے واقف کار تھے اور بکثرت حج کئے تھے، اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں مناسک حج کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے، معمولی سے معمولی عبادت بھی نہ چھوٹی تھی چنانچہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے، مسجد جاتے وقت نہایت آہستہ آہستہ چلتے کہ جتنے قدم زیادہ پڑھیں گے اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔ طبقات ابن سعد (۱۱۳/۳)

واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے

اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پر اسرار

(قصہ ۷۶) تیرے نقش پا کی تلاش میں ﴿﴾

حضرت ابن عمرؓ کی زندگی حیات نبویؐ کا عکس اور پرتو تھی لوگ کہا کرتے تھے کہ ابن عمرؓ کو پابندی سنت کا والہانہ جنون تھا، صرف عبادات ہی میں نہیں بلکہ آنحضرتؐ کے اتفاقی اور بستری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ حج کے لئے سفر میں نکلتے تھے تو آنحضرتؐ اس سفر میں جن جن مقامات پر اترتے تھے وہاں وہ بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضورؐ نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں یہ بھی پڑھتے تھے۔ حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جن راستوں سے آنحضرتؐ گزرا کرتے تھے، انتہا یہ ہے کہ جس مقام پر حضورؐ نے کبھی طہارت کی تھی اس پر پہنچ کر وہ بھی طہارت کر لیا کرتے تھے، آنحضرتؐ مسجد قبا میں سوار اور پیادہ دونوں طریقوں سے تشریف لے گئے تھے، حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا آنحضرتؐ ذوالحلیفہ میں اتر کر نماز پڑھتے، ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے عام دعوت خصوصاً ولیمہ قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمرؓ روزہ کی حالت میں بھی دعوت ولیمہ رد نہ کرتے تھے، اگرچہ اس حالت میں کھانے میں نہ شریک ہو سکتے تھے، مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے۔ آنحضرتؐ مکہ میں داخل ہونے کے قبل بطحا میں تھوڑا سا سو لیتے تھے، حضرت ابن عمرؓ بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے عبادات کے علاوہ وضع قطع اور لباس وغیرہ میں بھی اسوہ نبویؐ کو پیش نظر رکھتے تھے، چنانچہ ارکان میں صرف رکن یمانی کو چھوڑتے تھے ترویہ کے دن احرام کھولتے تھے رنگوں میں زرد رنگ استعمال کرتے تھے چپل

پہنتے تھے، لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، فرمایا آنحضرت ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، غرض آنحضرت ﷺ کے وہ تمام حرکات و سکنات جو آپ نے بر سبیل سنت کیے یا طبعاً صادر ہوئے، ابن عمرؓ ان سب کی اقتداء کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

سیر الصحابہ (۳۳/۳-۳۴)

(قصہ ۷۷) رجل صالح کی سند

حضرت ابن عمرؓ کی زندگی زہد و تقویٰ کا نمونہ تھی، لوگوں کا اس پر اتفاق تھا کہ حضرت عمرؓ کے وقت میں ان جیسے بہت سے لوگ تھے لیکن ابن عمرؓ اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے، عام طور پر لوگوں میں آخر عمر میں جب قوی کا انحطاط ہوتا ہے تو زہد و تقویٰ کا میلان ہوتا ہے، لیکن حضرت ابن عمرؓ کی پیشانی پر عنقوان شباب ہی میں زہد و ورع کا نور چمکتا تھا اور جوانان قریش میں آپ کی ذات دنیا کی حرص و ہوس اور نفس کی خواہشوں پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والی ذات تھی، حضرت جابرؓ فرماتے تھے کہ ہم میں سوائے ابن عمرؓ کے کوئی ایسا نہ تھا جس کو دنیاوی دلفریبیوں نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو، ان کا دامن کبھی دنیا سے آلودہ نہیں ہوا۔

اس سے بڑھ کر ان کے زہد و تقویٰ کی کیا سند ہو سکتی تھی کہ خود زبان رسالت نے ان کو رجل صالح کی سند عطا کی اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نو عمری کے زمانہ میں اکثر مسجد میں سویا کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے دوزخ کے فرشتوں کو خواب میں دیکھا جا کر اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ سے بیان کیا، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عبداللہ جو ان صالح ہے، اگر رات کو نماز (تہجد) پڑھے۔ اس کے بعد وہ اکثر نمازوں میں مشغول رہے اور آخر عمر تک یہی معمول رہا۔

ایک مرتبہ حضرت جابرؓ نے لوگوں سے کہا کہ جو آنحضرت ﷺ کے ایسے اصحاب کو دیکھنا چاہتا ہو، جن میں آپ کے بعد بھی کوئی تغیر نہیں ہوا تو وہ ابن عمرؓ کو دیکھے ان کے علاوہ ہم میں سے ہر شخص کو حوادث زمانہ نے کچھ نہ کچھ بدل دیا ہے۔

متدرک حاکم (۵۹۰/۳)

(قصہ ۷۸) ﴿تو بچا بچا کے نہ رکھا اسے.....﴾

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف خطبہ دے رہا تھا، اس خطبہ میں اس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر الزام لگایا کہ انہوں نے (نعوذ باللہ) قرآن مجید میں تحریف کی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فوراً اس کی تردید کی اور فرمایا:

”تو جھوٹا کہتا ہے، نہ ابن زبیر میں اتنی طاقت ہے نہ تجھ میں یہ مجال ہے“

مجمع عام کے سامنے ان کی یہ ڈانٹ اس کو بہت ناگوار ہوئی۔ اس نے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا اور اس کا بیٹی انتقام حضرت عبداللہؓ کی وفات کا ذریعہ بنا۔

تو بچا بچا کے نہ رکھا اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ

جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

(طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عمرؓ)

(قصہ ۷۹) ﴿حضرت ابن عمرؓ کی دعا﴾

حضرت ابن عمرؓ کو بارہا ایسے مواقع ملے کہ اگر آپ چاہتے تو دنیاوی جاہ و جلال اور شان و شوکت کے بلند سے بلند مرتبہ پر فائز ہو سکتے تھے، مگر انہوں نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے خلافت قبول کرنے کی خواہش کی اور اس پر سخت اصرار کیا مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اور ان فتنوں میں پڑنا گوارا نہ کیا اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ قابل ذکر ہے جس سے ان کی اصلی فطرت کا پتہ چلتا ہے۔

سفیان ثوریؒ امام شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر، مصعب بن زبیر، عبدالملک بن مروان اور ابن عمرؓ چاروں آدمی خانہ کعبہ میں جمع تھے سب کی رائے ہوئی کہ ہر شخص رکن یمانی پکڑ کر اپنی اپنی دلی تمناؤں کے لئے دعا مانگے، پہلے عبداللہ بن زبیرؓ اٹھے اور دعا مانگی کہ خدایا تو بڑا ہے اور تجھ سے بڑی ہی چیز بھی مانگی جاتی ہیں اس لئے میں تجھ کو تیرے عرش، تیرے حرم، تیرے نبی اور تیری ذات کی حرمت کا واسطہ

دلا کر دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت زندہ رکھ جب تک کہ حجاز پر میری حکومت اور عام خلافت نہ تسلیم کر لی جائے۔ اس کے بعد مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ اٹھے اور رکن یمانی پکڑ کر دعا مانگی کہ تو تمام چیزوں کا رب ہے، آخر میں سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے، میں تیری اس قدرت کا واسطہ دیکر جس کے قبضے میں تمام عالم ہے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ میں عراق کا والی نہ ہو جاؤں اور سیکینہ میرے نکاح میں نہ آ جائے اس کے بعد عبدالملک نے کھڑے ہو کر دعا کی کہ اے زمین و آسمان کے خدا! میں تجھ سے ایسی چیزیں مانگتا ہوں جس کو تیرے اطاعت گزار بندوں نے تیرے حکم سے مانگا ہے، میں تجھ سے تیری ذات کی عظمت، تیری مخلوقات و بیت الحرم کے رہنے والوں کے حق کا واسطہ دیکر دعا مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا سے اس وقت تک نہ اٹھا، جب تک کہ مشرق و مغرب پر میری حکومت نہ ہو جائے اور اس میں جو شخص رخنہ اندازی کرے اس کا سر نہ قلم کر دوں، جب یہ لوگ دعا مانگ چکے تو وہ بادۂ حق کا سرشار اٹھا جس کے نزدیک دنیاوی رونقیں سراب سے زیادہ نہ تھیں اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ ”تو رحمن و رحیم ہے، میں تیری اس رحمت کا واسطہ دیکر دعا کرتا ہوں جو تیرے غضب پر غالب ہے کہ تو مجھے آخرت میں رسوا نہ کر اور اس عالم میں مجھے جنت عطا فرما“

سیر الصحابہ (۲۷/۳) بحوالہ ابن خلکان (۴۳۲/۱)

(قصہ ۸۰) ﴿بہترین نمونہ.....!﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

﴿اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلِیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ﴾

(النساء: ۱۰۱)

”اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم

نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے“

(اب اللہ تعالیٰ نے نماز قصر کرنے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ کافروں کے ستانے کا

ڈر ہو اور) یہاں منیٰ میں اس وقت ہم لوگ بڑے امن سے ہیں کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں

ہے تو کیا یہاں بھی ہم نماز کو قصر کریں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
 ”حضور ﷺ تمہارے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں (لہذا جب انہوں
 نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے تو تم بھی دو رکعت ہی پڑھو)“
 حیاة الصحابة (۲/۳۸۱)

(قصہ ۸۱) ﴿مشتبہات سے اجتناب﴾

حضرت عبداللہ ﷺ شدت ورع کی بنا پر ہمیشہ مشتبہ چیزوں سے پرہیز فرماتے
 تھے، مروان نے اپنے زمانے میں میل کے نشان کے پتھر نصب کرائے تھے، ابن عمرؓ
 ادھر رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے کہ اس میں پتھر کی پرستش کا شبہ ہے اس طرح حضرت
 ابن عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ ہمیشہ عہد رسالت اور اس کے بعد خلفائے اربعہؓ
 کے وقت تک کھیتوں کا لگان لیا کرتے تھے، لیکن ایک مرتبہ رافع بن خدیجؓ نے بیان کیا
 کہ آنحضرت ﷺ نے کھیتوں کے کرایہ سے منع کیا ہے، حضرت ابن عمرؓ نے سنا تو
 جا کر ان سے تصدیق چاہی رافعؓ نے کہا کہ حضور ﷺ نے ایسا حکم دیا ہوگا، مگر محض
 اس احتمال کی بنا پر لگان لینا چھوڑ دیا کہ شاید بعد میں اگرچہ ان کو اس کا یقین نہ تھا کہ
 آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمادی ہو اور مجھے علم نہ ہوا ہو۔

ککڑی اور خر بوزہ صرف اس وجہ سے نہ کھاتے تھے کہ اس میں گندی چیزوں کی کھاد دی
 جاتی ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے کھجور کا سرکہ ہدیہ بھیجا، پوچھا کیا چیز ہے معلوم ہوا کھجور کا سرکہ ہے،
 انہوں نے اس خیال سے پھکو اویا کہ کہیں اس میں نشہ نہ پیدا ہو گیا ہو۔
 اگرچہ غنا کا مسئلہ مختلف فیہ ہے تاہم احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا
 جائے چنانچہ جب اپنے صاحبزادے کو گنگناتے ہوئے سنتے تو تنبیہ فرماتے۔

﴿قصہ ۸۲﴾ صدقہ کا غلام

اگر کسی چیز میں صدقہ کا شائبہ بھی ہوتا تو اس کو استعمال نہ کرتے، ایک دن بازار گئے وہاں ایک دودھاری بکری بک رہی تھی، اپنے غلام سے کہا لے لو، اس نے اپنے دام سے خرید لی، آپ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے، اس لئے افطار کے وقت اس بکری کا دودھ پیش کیا گیا، فرمایا کہ یہ دودھ بکری کا ہے اور بکری غلام کی خریدی ہوئی ہے اور غلام صدقہ کا ہے اس لئے اس کو لے جاؤ، مجھ کو اس کی حاجت نہیں ہے۔

طبقات ابن سعد (۱۱۸/۴)

﴿قصہ ۸۳﴾ پھولدار فرش سے نفرت

ایک مرتبہ کہیں دعوت میں تشریف لے گئے، وہاں پھولدار فرش بچھا ہوا تھا، کھانا چنا گیا تو پہلے ہاتھ بڑھایا، پھر کھینچ لیا اور فرمایا کہ دعوت قبول کرنا حق ہے، مگر میں روزہ سے ہوں یہ عذر پھولدار فرش کی وجہ سے تھا۔

طبقات ابن سعد (۱۲۷/۴)

﴿قصہ ۸۴﴾ نقش و نگار سے اجتناب

ایک مرتبہ احرام کی حالت میں سردی معلوم ہوئی فرمایا مجھ کو چادر اوڑھا۔ چنانچہ آپ چادر اوڑھ کر آرام فرما ہوئے، آنکھ کھلی تو چادر کی نجاف اور پھول بوٹوں پر نظر پڑی جو ابریشم سے کڑھے ہوئے تھے، فرمایا اگر اس میں یہ چیز نہ ہوتی تو استعمال میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔

(الاصابۃ تذکرہ ابن عمرؓ)

﴿قصہ ۸۵﴾ محبوب اموال کا صدقہ

صدقہ وغیرات کے میدان حضرت ابن عمرؓ کا نام نمایاں حیثیت کا حامل تھا، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ایک ایک نشست میں بیس بیس ہزار تقسیم کر دیتے، دودو تین تین ہزار کی رقمیں تو عموماً خیرات کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ یکمشت ۳۰ ہزار کی قسم خدا کی راہ

میں لگادی، قرآن پاک میں نیکوکاری کے لئے محبوب چیز خدا کی راہ میں دینے کی شرط ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ.

”تم اس وقت تک نیکی کے کمال کو نہیں پاسکتے جب تک اپنے محبوب

اموال اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرو“

حضرت ابن عمرؓ اس آیت کی عملی تفسیر تھے، آپ ہمیشہ اپنی پسندیدہ چیزوں کو راہ خدا میں دے دیتے تھے، چنانچہ جو غلام آپ کو پسند ہوتا اس کو راہ خدا میں آزاد کر دیتے اور آپ کی نظر میں وہ غلام پسندیدہ ہوتا، جو عبادت گزار ہوتا، غلام اس راز کو سمجھ گئے تھے، اس لئے وہ مسجدوں کے ہو رہتے، حضرت ابن عمرؓ ان کے ذوق عبادت کو دیکھ کر خوش ہوتے اور آزاد کر دیتے آپ کے احباب مشورہ دیتے کہ یہ لوگ صرف آزادی حاصل کرنے کے لئے اتنا تقویٰ دکھاتے ہیں اور آپ کو دھوکہ دیتے ہیں، آپ فرماتے ”من خدعنا باللہ خدعنا“ جو شخص ہم کو خدا کے ذریعے سے دھوکہ دیتا ہے ہم اس کا دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

آپ کو ایک لونڈی بہت محبوب تھی، اس کو راہ خدا میں آزاد کر کے اپنے ایک غلام کے ساتھ بیاہ دیا اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا لڑکے کو آپ چومتے اور فرماتے کہ اس سے کسی کی خوشبو آتی ہے اسی طریقہ سے ایک دوسری من پسند لونڈی کو آزاد کر دیا اور فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ آپ اس کثرت سے غلام آزاد کرتے تھے کہ آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہو گئی تھی ایک مرتبہ انہوں نے نہایت عمدہ اونٹ خریدا اور سوار ہو کر حج کو چلے اتفاق سے اس کی چال بہت پسند آئی فوراً اترے اور حکم دیا کہ سامان اتار لو اور اس کو قربانی کے جانوروں میں داخل کر دو۔ سیر الصلابة (۳۹/۳)

(قصہ ۸۶) محتاجوں کی اعانت

مسکین نوازی آپ کا نمایاں وصف تھا، خود بھوکے رہتے لیکن مسکینوں کی شکم سیری کرتے عموماً بغیر مسکین کے کھانا نہ کھاتے تھے آپ کی اہلیہ آپ کی غیر معمولی فیاضی سے بہت نالاں رہتی

تھیں اور شکایت کیا کرتی تھیں کہ جو کھانا میں ان کے لئے پکاتی ہوں وہ کسی مسکین کو بلا کر کھلا دیتے ہیں کہ فقراء اس کو سمجھ گئے تھے اس لئے مسجد کے سامنے آپ کی گذرگاہ پر آ کر بیٹھتے تھے، جب آپ مسجد سے نکلتے تو ان کو اپنے ساتھ گھر لے آتے، بیوی نے عاجز ہو کر ایک مرتبہ کھانا فقراء کے گھروں میں بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ راستہ میں نہ بیٹھا کریں اور اگر وہ بلائیں تو بھی نہ آئیں ابن عمرؓ مسجد سے واپس ہو کر حسب معمول گھر آ گئے اور غصہ میں حکم دیا کہ فلاں فلاں محتاجوں کو کھانا بھجوا دو، کیا تم چاہتی ہو کہ میں رات فاقہ میں بسر کروں چنانچہ بیوی کے اس طرز عمل پر رات کو کھانا نہ کھایا۔ طبقات ابن سعد (۱۳۲/۴)

(قصہ ۸۷) حضرت ابن عمرؓ کی فیاضی و سیرچشمی

اگر دسترخوان پر کسی فقیر کی صدا کانوں میں پہنچ جاتی تو اپنے حصہ کا کھانا اس کو اٹھا دیتے اور خود روزہ سے دن گزار دیتے ایک مرتبہ مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی ابھی دسترخوان چنایا گیا تھا کہ ایک فقیر نے صدا لگائی فرمایا فقیر کو دے دو، بیوی کو عذر ہوا، پھر دوبارہ فرمایا کہ نہیں دیدو مجھ کو یہی پسند ہے، لیکن چونکہ بیوی نے آپ کی فرمائش سے پکائی تھی، اس کے لئے اس کو نہ دیا، اور کھانے کے عوض نقدی فقیر کو دیکر واپس کیا تب آپ نے تناول فرمایا۔

ایک مرتبہ بیمار پڑے کھانے کے لئے انگور کے چند دانے خریدے گئے ایک سائل آیا حکم دیا انگور دیدو، لوگوں نے عرض کیا آپ اس کو کھالیجئے اس کو دوسرے دیدیے جائیں گے فرمایا نہیں یہی دیدو، مجبوراً وہی دینے پڑے اور دیکر پھر اس سے خریدے گئے، آپ کا یہ سلوک ان ہی لوگوں کے ساتھ تھا جو درحقیقت اس کے مستحق ہوتے تھے، چنانچہ جب دسترخوان پر بیٹھے کوئی خوش پوش اور خوشحال دکھائی پڑتا تو نہ بلاتے، لیکن آپکے بھائی اور لڑکے وغیرہ اس کو بٹھالیتے اور اگر کوئی خستہ حال اور مسکین نظر آتا تو اس کو فوراً بلاتے اور فرماتے یہ لوگ شکم سیر اشخاص کو بلاتے ہیں اور جو بھوکے اور کھانے کے حاجت مند ہوتے ہیں ان کو

(قصہ ۸۸) ﴿مہمانی، تین دن ہوتی ہے﴾

فقراء و مساکین کے علاوہ آپ کے ہم چشم اور ہم رتبہ اشخاص پر بھی آپ کا ابر کرم برستا تھا، اگر کبھی بھولے سے کوئی چیز کسی کے پاس چلی جاتی تو پھر اس کو واپس نہ لیتے تھے، عطاء کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابن عمرؓ نے مجھ سے دو ہزار درہم قرض لیے، جب ادا کیے تو دو سو زیادہ آئے میں نے واپس کرنا چاہا تو کہا تمہیں لے لو، اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک اور رقم کسی سے قرض لی جب واپس کی تو مقروض کے درہم سے زیادہ کھرے درہم ادا کئے، قرض خواہ نے کہا یہ درہم میرے درہموں سے زیادہ کھرے ہیں فرمایا عمداً ایسا کیا تھا، آپ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بیس ہزار درہم ایک وقت تقسیم کر دیتے، تقسیم ہو جانے کے بعد جو لوگ آئے ان کو ان لوگوں سے قرض لیکر دیئے، جن کو پہلے دے چکے تھے، اقامت کی حالت میں بھی اکثر روزہ رکھتے تھے، لیکن اگر کوئی مہمان آ جاتا تو افطار کرتے کہ مہمان کی موجودگی میں روزہ رکھنا فیاضی سے بعید ہے، اصول یہ ہے جہاں مہمان جائے ۳ دن کی مسنون مہمانی کے بعد اپنا سامان خود کرے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب مکہ جاتے تو عبداللہ بن خالد کے گھر ٹھہرتے تھے، لیکن ۳ دن کے بعد اپنی جملہ ضروریات بازار سے پوری کرتے تھے۔

سیر الصحابہ (۴۱/۳) بحوالہ طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عمرؓ

(قصہ ۸۹) ﴿باپ کے احباب سے صلہ رحمی﴾

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہیں جا رہے تھے، راستہ میں ایک اعرابی ملا، حضرت ابن عمرؓ نے سلام کیا اور سواری کا گدھا اور سر کا عمامہ اتار کر اس کو دے دیا۔ ابن دینار ساتھ تھے، یہ فیاضی دیکھ کر بولے خدا آپ کو صلاحیت دے یہ اعرابی تو معمولی چیزوں سے خوش ہو جاتے ہیں یعنی اتنی فیاضی کی ضرورت نہ تھی فرمایا ان کے والد میرے والد کے دوست تھے، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے احباب کے ساتھ صلہ رحمی ہے۔

سیر الصحابہ (۴۱/۳)

(قصہ ۹۰) ﴿اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے﴾

اس فیاضی کے ساتھ حد درجہ بے نیاز اور زاہد واقع ہوئے تھے، کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا لوگ خدمت بھی کرنا چاہتے تو آپ قبول نہ کرتے، عبدالعزیز بن ہارون نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا کہ آپ اپنی ضروریات کی اطلاع مجھ کو دیا کریں ان کو جواب میں لکھا کہ جن کی پرورش تمہارے ذمہ ہے ان کی امداد کرو اور آپ کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر کے ہاتھ سے مراد دینے والا اور نیچے کے مراد سے لینے والا ہے۔

سیر الصحابہ (۳/۲۱۱)

(قصہ ۹۱) ﴿اہل بیت سے محبت﴾

آنحضرت ﷺ کی محبت ان کا سرمایہ حیات اور جان حزیں کی تسکین کا باعث تھی، آپ کی وفات کے بعد ایسے شکستہ دل ہوئے کہ اس کے بعد نہ کوئی مکان بنایا اور نہ باغ لگایا، وفات نبوی ﷺ کے بعد جب آپ کا ذکر آتا تو بے اختیار رو پڑتے، جب سفر سے لوٹتے تو روضہ نبوی ﷺ پر حاضر ہو کر سلام کہتے ذات نبوی ﷺ کے ساتھ اس شیفگی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ آل اطہار سے بھی وہی تعلق تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مجھ کے خون کا کفارہ پوچھا، آپ نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا عراقی، فرمایا لوگو! ذرا اس کو دیکھنا یہ شخص مجھ سے مجھ کے خون کا کفارہ پوچھتا ہے، حالانکہ ان لوگوں نے نبی کے جگر گوشہ کو شہید کیا ہے جن کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ یہ دونوں میرے باغ دنیا کے دو پھول ہیں۔

رواہ البخاری (۲/۸۸۶)

(قصہ ۹۲) ﴿حضور ﷺ کے منسوبات سے محبت﴾

حضرت ابن عمرؓ کی محبت آل اطہار ﷺ کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ جس چیز کو بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی قسم کی نسبت ہوتی اس سے آپ کو وہی شغف تھا، آنحضرت ﷺ کبھی ایک درخت کے نیچے اترے تھے، ابن عمرؓ ہمیشہ اس کو پانی

دیتے تھے کہ خشک نہ ہو جائے مدینہ الرسول ﷺ سے اس درجہ محبت تھی کہ تنگی کی حالت میں بھی وہاں سے نکلنا گوارا نہ تھا، ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے تنگ حالی کی شکایت کی اور مدینہ سے جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کو سمجھایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کرے گا قیامت میں اس کا شفیق ہوں گا۔

مسند احمد بن حنبل (۱۱۳/۲)

آج ہم بھی حضور ﷺ کی محبت کی دعویٰ داریں۔ لیکن ہمارے دعوے ٹھس زبان تک محدود ہیں ہمارے اعمال حضور ﷺ کی محبت سے خالی نظر آتے ہیں۔ حضور ﷺ سے محبت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ آپ کے افعال و اقوال کی پیروی کی جائے۔ کیونکہ محبت، محبوب کی اتباع کا تقاضا کرتی ہے۔

تعصى الاله و انت تزعم حبه

هذا محال فى القياس بدیع

لو كان حبك صادقا لاطعته

ان المحب لمن يحب يطيع

”تو اللہ کی محبت کا گمان کرتا ہے اور اس کی نافرمانی بھی کرتا۔ یہ بات

تو بالکل ناممکن ہے اگر تو اپنی محبت میں سچا ہوتا تو اللہ کی اطاعت کرتا

کیونکہ محبت کرنے والا ہمیشہ محبوب کا مطیع اور فرماں بردار ہوتا ہے“

رسول ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت حقیقی تھی جس میں اتباع و اطاعت کا پہلو

سب سے زیادہ نمایاں تھا۔

(قصہ ۹۳) ﴿چرچا بادشاہوں میں تیری بے نیازی کا﴾

حق گوئی و بے باکی ہمیشہ سے علماء اسلاف کا شعار رہی ہے۔ اہل حق نے کبھی باطل کی

غلامی قبول نہ کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی انہی مجاہدین اسلام میں سے تھے۔ آپ

بنی امیہ کے جابرانہ طرز عمل پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے، حجاج کے مظالم سے دنیاے

اسلام تک آگئی تھی مگر کسی کوم مارنے کی مجال نہ تھی لیکن حضرت ابن عمرؓ بے خوف و خطر حق بات اس کے منہ پر کہہ دیتے ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا حضرت ابن عمرؓ بھی تھے آپ نے فرمایا یہ خدا کا دشمن ہے اس نے حرم الہی کو رسوا کیا بیت اللہ کو تباہ کیا اور اولیاء اللہ کو قتل کیا، ایک مرتبہ حجاج نے دوران خطبہ کہا کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے کلام اللہ میں تغیر و تبدل کیا ہے، حضرت ابن عمرؓ نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہے نہ ابن زبیرؓ میں اتنی طاقت ہے اور نہ تیری یہ مجال ہے۔

مرض الموت میں جب حجاج عیادت کو آیا اور انجان بن کر کہا کاش زخمی کر نیوالے کا مجھ کو علم ہو جاتا تو بگڑ کر کہا کہ وہ تمہارا نیزہ تھا، حجاج نے پوچھا یہ کیسے فرمایا تم نے ایام حج میں لوگوں کو مسلح کیا اور حرم محترم میں ہتھیاروں کو داخل کیا پھر پوچھتے ہو کس نے زخمی کیا۔

ایک مرتبہ حجاج مسجد میں خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا کہ عصر کا وقت آخر ہو گیا آپ نے آواز دی کہ نماز کا وقت جا رہا ہے تقریر ختم کرو اس نے نہ سنا دوبارہ پھر کہا اس مرتبہ بھی اس نے خیال نہ کیا تیسری مرتبہ پھر کہا تین مرتبہ کہنے کے بعد حاضرین سے فرمایا اگر میں اٹھ جاؤں تو تم بھی اٹھ جاؤں گے لوگوں نے کہا ہاں چنانچہ یہ کہہ کر کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو نماز کی ضرورت نہیں ہے اٹھ گئے اس کے بعد حجاج منبر سے اتر آیا اور نماز پڑھی اور ابن عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا کہا کہ ہم لوگ نماز کے لئے مسجد میں آتے ہیں اس لئے جب نماز کا وقت آ جائے، اس وقت فوراً تم کو نماز پڑھنی چاہئے نماز کے بعد جس قدر تمہارا دل چاہے تقریر کرتے رہا کرو۔

طبقات ابن سعد (۱/۱۱۷)

(قصہ ۹۴) ﴿حقوق انسانیت کا احترام﴾

اسلام نے ان تمام امتیازات کو جن سے ایک انسان کی تحقیر اور دوسرے کی بے جا عظمت ظاہر ہو مٹا دیا، ابن عمرؓ اس مساوات کا عملی نمونہ تھے وہ ان تمام امتیازات کو جن سے مساوات میں فرق آتا ہو ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ جہاں لوگ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے وہاں نہ بیٹھتے اپنے غلاموں کو بھی مساوات کا درجہ دیدیا تھا اور ان کو عزت

نفس کی تعلیم دیتے تھے، عام دستور تھا کہ غلام تحریر میں پہلے آقا کا نام لکھتا، پھر اپنا انہوں نے اپنے غلاموں کو ہدایت کر دی کہ جب مجھے کو خط لکھو تو پہلے اپنا نام لکھو، غلاموں کو دستر خوان پر ساتھ بٹھاتے، ایک مرتبہ دستر خوان بچھا ہوا تھا، ادھر سے کسی کا غلام گذرا تو اس کو بھی بلا کر ساتھ بٹھایا، غلاموں کے کھانے پینے کا خیال بال بچوں کی طرح رکھتے تھے، ایک مرتبہ ان لوگوں کے کھانے میں تاخیر ہو گئی، خانہ ماں سے پوچھا غلاموں کو کھانا کھلادیا، اس نے نفی میں جواب دیا، رہم ہو کر فرمایا جاؤ ابھی کھلا دو انسان کے لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ اپنے غلاموں کے خورد و نوش کا خیال نہ رکھے غلاموں کو نہ کبھی برا بھلا کہتے تھے اور نہ کبھی ان کو مار پیٹ کرتے تھے اگر کبھی غصہ کی حالت میں ایسا کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو اس کو کفارہ کے طور پر آزاد کر دیتے۔

سالم کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی کسی غلام کو لعنت ملا مت نہیں کی ایک مرتبہ غصہ میں الح کہنے پائے تھے کہ زبان روک لی اور فرمایا ”میں ایسی بات زبان سے نکال رہا ہوں، جو نہ نکالنی چاہیے“ ایک مرتبہ ایک غلام کو کسی بات پر مار بیٹھے، مارنے کے بعد اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کو آزاد کر دیا۔ رواہ مسلم (۱۷۵/۲)

(قصہ ۹۵) ﴿ابن عمرؓ کے اخلاق کریمانہ﴾

اس مساوات کا دوسرا پہلو انکسار و تواضع ہے، جب تک یہ صفت نہ ہوگی اس وقت تک مساوات کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا، ابن عمرؓ میں یہ صفات بھی بدرجہ اتم موجود تھیں، اپنی تعریف سننا خود پرستی کا پہلا زینہ ہے، ابن عمرؓ اپنی تعریف سننا سخت ناپسند کرتے تھے، ایک شخص ان کی تعریف کر رہا تھا، انہوں نے اس کے منہ میں مٹی جھونک دی اور کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مداحوں کے منہ میں خاک ڈالا کرو، اپنے لئے معمولی انسانوں سے زیادہ شرف گوارا نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا تم سبط ہوتم وسط ہو فرمایا سبحان اللہ سبط بنی اسرائیل تھے اور امت وسط پوری امت محمدی ہے، ہم تو مضر کے درمیانی لوگ ہیں، اس سے زیادہ اگر کوئی رتبہ دیتا ہے تو جھوٹا ہے، بلا امتیاز ہر کس و ناکس کو

سلام کرتے بلکہ اسی ارادہ سے گھر سے نکلتے تھے۔ طفیل بن کعب جو روزانہ صبح و شام ان کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ ابن عمرؓ بلا امتیاز تاجر مسکین اور خستہ حال سب کو سلام کرتے تھے، ایک دن میں نے ان سے پوچھا آپ بازار کیوں جاتے ہیں حالانکہ نہ خرید و فروخت کرتے ہیں، نہ کسی جگہ بیٹھتے ہیں، فرمایا صرف لوگوں کو سلام کرنے کی غرض سے۔ اتفاق سے اگر کسی کو سلام کرنا بھول جاتے تو پلٹ کر سلام کرتے، تواضع کا ایک مظہر حلم بھی ہے، ابن عمرؓ تلخ سے تلخ باتیں سن کر پی جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو چیم گالیاں دینی شروع کیں، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں اور میرے بھائی عالی نسب ہیں، پھر خاموش ہو گئے۔

(الاصابۃ ۱۰۸/۴)

طوفان سے کھیلے ہیں تو موجوں میں پلے ہیں
تب گوہر شہوار کے سانچے میں ڈھلے ہیں
ہر بزم درخشاں رہی تاباں رہی ہم سے
ہر بزم میں ہم شمع کی صورت سے جلے ہیں

(قصہ ۹۶) ﴿لوگوں کی حضرت ابن عمرؓ سے محبت﴾

اس مساوات، تواضع اور حلم کا یہ نتیجہ تھا کہ عام طور پر لوگوں میں آپ کو محبوبیت حاصل تھی، مجاہد کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابن عمرؓ کے ساتھ نکلا، لوگ بکثرت ان کو سلام کر رہے تھے، انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگ مجھ سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ اگر چاندی سونے کے عوض بھی محبت خریدنا چاہوں تو اس سے زیادہ نہیں مل سکتی۔

(طبقات ابن سعد ۱۲۴/۴)

(قصہ ۹۷) ﴿اہل مدینہ کی دعوت﴾

حضرت ابن عمرؓ کے ہاں دعوت وغیرہ میں عام طور پر معمول سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن ابن عمرؓ کا دسترخوان اس دن بھی تکلفات سے خالی ہوتا تھا، آپ کے خادم نافع کا بیان ہے کہ ایک دن ایک اونٹنی ذبح کی اور مجھ سے کہا مدینہ والوں کو مدعو کر

آؤ، میں نے عرض کیا کس چیز کی دعوت دیتے ہیں، روٹی تک تو ہے نہیں، فرمایا بس خدا تم کو بخشے گوشت موجود ہے شور بہ موجود ہے، جس کا دل چاہے گا، کھائے گا، جس کا دل نہ چاہے گا نہ کھائے گا۔

سیر الصحابہ (۴۷/۳)، بحوالہ طبقات ابن سعد

(قصہ ۹۸) ﴿خط لکھنے کا مسنون طریقہ﴾

آنحضرت ﷺ کے وقت سے خط لکھنے کا یہ طریقہ تھا کہ کاتب بسم اللہ کے بعد اپنا نام لکھتا پھر مکتوب الیہ کا نام لکھتا کہ ”مجناب فلاں الی فلاں“ ہے۔ لیکن خلفائے بنو امیہ نے جہاں اور بدعات رائج کیں وہاں اس طریقہ کو بھی بدل دیا اور اظہار ترفع کے لئے یہ طریقہ رائج کیا کہ خط میں پہلے خلیفہ کا نام لکھا جائے، پھر بھیجنے والا اپنا نام تحریر کرے۔ ابن عمرؓ کی خودداری اسی کو گوارا نہیں کر سکتی تھی، اس لئے انہوں نے جو بیعت نامہ لکھا اس میں اسی سابق طریقہ پر ”من عبداللہ بن عمر الی عبداللہ بن مروان“ لکھا۔ اس تحریر کو دیکھ کر درباریوں نے کہا کہ ابن عمرؓ نے حضور سے پہلے اپنا نام لکھا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ ابو عبدالرحمن کی ذات سے اتنا بھی بہت غنیمت ہے۔

سیر الصحابہ (۴۵/۳)

(قصہ ۹۹) ﴿ابن عمرؓ کی اپنے بیٹے سے ناراضگی﴾

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضور ﷺ کا یہ قول نقل کیا:

”لا تمنعوا اماء الله عن المساجد“

”عورتوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو“

یہ ارشاد سن کر حضرت عبداللہؓ کے ایک صاحبزادہ (جن کا نام ”بلال بن عبداللہ“ ہے) نے عرض کیا ”ہم تو اجازت نہیں دے سکتے“ (کیونکہ وہ اس کو آئندہ چل کر آزادی اور فساد و آوارگی کا بہانہ بنالیں گی) صاحبزادہ کی اس جرات پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت ناراض ہوئے اور انہیں بہت برا بھلا کہا اور فرمایا ”میں حضور ﷺ کا ارشاد سناؤں اور تو کہے کہ اجازت نہیں دے سکتے“ اس کے بعد اس صاحبزادے سے ہمیشہ کے لئے بولنا چھوڑ دیا اور پھر کبھی اس سے بات نہیں کی۔

(رہ ابو مسلمہ و ابو داؤد و ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان سے حقوق شریعت اور حدود الہیہ کی حفاظت یا کسی غلطی پر تنبیہ کرنے کے لئے قطع تعلقی اختیار کی جائے تو شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ یہ عمل حضور ﷺ کے اس حکم کے ذیل میں نہیں آتا:

”لایحل لمسلم ان یہجر اخاہ فوق ثلاث“

”کسی مسلمان کے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ

(رداء الترمذی)

چھوڑے رکھے“

اگر دنیاوی مقاصد یا نفسانی جذبات کی وجہ سے کسی مسلمان سے قطع تعلقی کرے تو یہ

جائز نہیں ہے۔

مسجد میں عورتوں کی نماز کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی بھی مختلف آراء رہی ہیں۔ بعض حضرات تو حضور ﷺ کے مذکورہ ارشاد کی وجہ سے اس کی اجازت دیتے تھے لیکن بہت سے اکابر صحابہ کا مسلک یہ تھا کہ فساد بڑھ جانے کے بسبب اب عورتوں کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر حضور ﷺ اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھ لیتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ کا زمانہ حضور ﷺ کے زمانہ کے زیادہ بعد کا نہیں ہے۔

حضرت عائشہؓ کا قصہ مشہور ہے کہ ان کے کئی نکاح ہوئے جن میں سے حضرت عمرؓ سے بھی ہوا وہ مسجد میں تشریف لے جاتی تھیں اور حضرت عمرؓ کو گراں ہوتا تھا۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ کا یہ عمل حضرت عمرؓ کو پسند نہیں ہے۔ انہوں نے کہا اگر ان کو پسند نہیں تو روک دیں۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت زبیرؓ سے نکاح ہوا۔ ان کو بھی یہ چیز گراں تھی لیکن حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے روکنے کی ہمت بھی نہ تھی۔ پس ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے لئے جس راستہ سے جاتی تھیں وہاں بیٹھ گئے۔ جب پاس سے گزریں تو ان کو چھیڑا۔ خاوند ہونے کی حیثیت سے ان کے لئے تو جائز تھا لیکن حضرت عائشہؓ کو اندھیرے کی وجہ سے معلوم نہ ہو سکا کہ کون ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے جانا چھوڑ دیا۔ حضرت زبیرؓ نے پوچھا مسجد میں

جانا کیوں چھوڑ دیا؟ کہنے لگیں اب زمانہ نہیں رہا۔

(قصہ ۱۰۰) ﴿حضرت ابن عمرؓ کی فراست و حاضر جوابی﴾

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا:
”نماز میں مقیم کی نماز کا بھی ذکر ہے اور خوف کی نماز کا بھی لیکن کہیں بھی مسافر کی نماز کا ذکر نہیں ہے؟“

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: ”برادر زادہ: اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا۔ ہم لوگ انجان تھے کچھ نہیں جانتے تھے، بس جو ہم نے ان کو کرتے دیکھا وہ کریں گے“

حضرت ابن عمرؓ کے اس کلام کا منشا یہ تھا کہ ہر مسئلہ کا صراحتہ قرآن مجید میں ہونا ضروری نہیں۔ عمل کے لئے حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہو جانا کافی ہے۔

(فضائل اعمال، ص: ۱۲۱)

(قصہ ۱۰۱) ﴿حضرت ابن عمرؓ کے معمولات یومیہ﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مجلس مسجد نبویؐ میں صبح سے چاشت تک مستقل طور پر منعقد ہوتی تھی جس میں آپ قبلہ رخ بیٹھ کر حدیث بیان کرتے تھے، ان کے غلام و ترجمان حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

انه كان يجلس في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين يرتفع الضحى ويصلى ثم ينطلق الى السوق فيقضى حوائجه ثم يحيى الى اهله فيبدأ بمسجد فيصلى ركعتين ثم يدخل بيته.

”ابن عمرؓ (ﷺ) مسجد نبویؐ میں چاشت کے وقت بیٹھتے تھے۔ اس وقت نماز چاشت نہیں پڑھتے تھے (بلکہ درس دیتے تھے) پھر اٹھ کر بازار جاتے اور اپنی ضروریات پوری کر کے واپسی پر مسجد

نبوی ﷺ میں آ کر دو رکعت نماز پڑھتے اس کے بعد اپنے مکان میں داخل ہوتے تھے۔“

حضرت نافع نے اس موقع پر اپنا دایاں پیر بائیں پر رکھ کر بتایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی مجلس درس میں عام طور سے اس طرح بیٹھا کرتے تھے۔

خیر القرآن کی درس گاہیں، ص ۲۰۰ بحوالہ طبقات ابن سعد (۱۳۷/۳)

(قصہ ۱۰۲) ﴿شاگردوں کی اصلاح کا اہتمام﴾

محمد بن ابراہیم تمیمی کہتے ہیں کہ میں ایام جوانی میں مسجد نبوی میں پڑا رہتا تھا اور جس طرف آل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مسجد میں آنے کا راستہ تھا وہیں نماز پڑھتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سورج ڈھلنے کے بعد گھر سے نکل کر مسجد میں آتے تھے اور بارہ رکعت نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک دن میں ان کے پاس گیا، انہوں نے مجھ سے پوچھا ”تم کون ہو؟“ میں نے اپنا نسب بیان کیا تو فرمایا ”تمہارے دادا مہاجرین حبشہ میں سے تھے“ یہ سن کر حاضرین مجلس میری تعریف و توصیف کرنے لگے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔

(خیر القرآن کی درس گاہیں، ص ۲۰۰ بحوالہ تاریخ کیرج اقص ۱ ص ۳۲)

(قصہ ۱۰۳) ﴿حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تعلق خاطر﴾

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے یہ حدیث بیان کی:

ماکان نبی الا لہ حوار یون یہتدون بہدیہ

”ہر نبی کے ایسے ساتھی ہوتے ہیں جو اس کے نظام ہدایت کی

پیروی کرتے ہیں“

یہ سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث سے لاعلمی کی وجہ سے اظہار عدم معرفت

کیا۔ بعد میں جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مقام قناتہ میں آئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما مجھے

اپنے ساتھ لے کر ان کے پاس گئے۔ میں نے ابن مسعودؓ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اسی طرح یہ حدیث بیان کر دی اور ابن عمرؓ مطمئن ہو گئے۔
(خیر القرون کی درس گاہیں، ص: ۲۰۲)

(قصہ ۱۰۴) ﴿اہل یمن کی ایک فضیلت﴾

قاسم بن خیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے نہایت انشراح کے ساتھ میرا استقبال کیا اور اپنے پہلو میں بٹھا کر یہ آیت پڑھی:

”مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَزِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ“ (المائدہ: ۵۴)

”جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے مومنین پر نرم اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے“

اور پھر میرے موٹے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ واللہ وہ قوم تم ہی اہل یمن میں سے ہوگی جو مرتدوں کا قلع قمع کرے گی۔ یہ بات بار بار کہتے رہے۔
(خیر القرون کی درس گاہیں، ص: ۲۰۳ بحوالہ تاریخ کبیر ج ۲ ص ۳۸۶)

(قصہ ۱۰۵) ﴿اکابرین سے قلبی تعلق و عقیدت﴾

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عمرؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کا نام سالم کیوں رکھا ہے؟ میں عرض کیا ”نہیں“

فرمایا ”سالم مولیٰ ابو حذیفہ کے نام پر! تم کو معلوم ہے کہ میں نے پانے بیٹے کا نام واقد کیوں رکھا ہے؟“

میں نے عرض کیا ”نہیں“

فرمایا ”واقد بن عبداللہ یربوعلی کے نام پر، تم کو معلوم ہے میں نے اپنے بیٹے کا نام

عبداللہ کیوں رکھا ہے؟“

میں نے عرض کیا ”نہیں“

فرمایا ”عبداللہ بن رواحہ (ؓ) کے نام پر“

(خیر القرون کی درس گاہیں، ص: ۲۰۵)

(قصہ ۱۰۶) ﴿حضرت عمرؓ کا کرتہ﴾

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے نیا کرتہ پہنا پھر مجھ سے چھری منگوا کر فرمایا ”اے میرے بیٹے! میرے کرتے کی آستین کو پھیلاؤ اور میری انگلیوں کے کنارے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جو انگلیوں سے زائد کپڑا ہے اسے کاٹ دو“ چنانچہ میں نے چھری سے دونوں آستینوں کا زائد کپڑا کاٹ دیا (جو چھری سے سیدھا نہ کٹ سکا اس لئے) آستین کا کنارہ ناہموار اونچا نیچا ہو گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا ”اے ابا جان! اگر آپ اجازت دیں تو میں قینچی سے برابر کر دوں“ انہوں نے فرمایا ”اے میرے بیٹے! ایسے ہی رہنے دو، میں نے حضور ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے“ چنانچہ وہ کرتا حضرت عمرؓ کے بدن پر اسی طرح رہا، یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا اور میں نے کئی دفعہ اس کے دھاگے پاؤں پر گرتے ہوئے دیکھے۔

حلیۃ الاولیاء (۱/۳۵)

(قصہ ۱۰۷) ﴿سفر آخرت﴾

۳۷ھ میں جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ حج کے لئے تشریف لے گئے تو ایک شخص کے نیزہ کی نوک جو زہر میں بھی ہوئی تھی ان کے پاؤں میں چھ گئی۔ یہ زہر ان کے جسم میں سیرایت کر گیا اور یہی زخم ان کی وفات کا باعث ہوا۔

عام مورخین کا خیال ہے کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ حجاج کے اشارہ سے آپ کو زخمی کیا گیا تھا۔ البتہ اس کی تفصیل میں اختلاف ہے۔

مستدرک الحاکم کی روایت یہ ہے کہ حجاج نے جب خانہ کعبہ میں منہجیق نصب کروائی اور ابن زبیرؓ کو شہید کرایا تو اس کا یہ فعل شہنشاہ ابن عمرؓ کو سخت ناپسند ہوا۔

آپ نے اس کو بہت برا بھلا کہا، حجاج غضبناک ہو گیا اور اس کے اشارے سے شامیوں نے زخمی کر دیا۔
(مسند رک حاکم ۵۵۷/۳)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہی کہ عبدالملک نے حجاج کو ہدایت کی تھی کہ وہ ابن عمرؓ کی مخالفت نہ کرے یہ حکم اس پر بہت شاق گذرا، لیکن حکم عدویٰ بھی نہیں کر سکتا تھا، اس لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور آپ کو زخمی کر دیا۔
(تہذیب التہذیب ۳۳۰/۵)

طبقات ابن سعد کی روایت کچھ اس طرح ہے:

”ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس میں اس نے ابن زبیرؓ پر اہتمام لگایا کہ انہوں نے نعوذ باللہ کلام اللہ میں تحریف کی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کی تردید کی اور فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے نہ ابن زبیرؓ میں اتنی طاقت ہے نہ تجھ میں یہ مجال ہے مجمع عام کے سامنے ان کی یہ ڈانٹ اس کو بہت ناگوار ہوئی، لیکن حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ علانیہ کوئی برابر برتاؤ نہیں کر سکتا اس لیے خفیہ انتقام لیا“ (طبقات ابن سعد، تذکرہ ابن عمرؓ)

ابن خلکان اور اسد الغابۃ میں اس کے علاوہ اور روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ ایک دن حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا کہ عصر کا وقت ہو گیا، آپ نے فرمایا کہ آفتاب تیرا انتظار نہیں کر سکتا۔ حجاج نے کہا ”جی میں آتا ہے کہ تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں“ فرمایا ”تجھ کو تاہ بین سے کچھ بعید نہیں“۔

دوسری روایت میں ہے کہ عبدالملک نے فرمان جاری کیا کہ تمام حجاج مناسک حج میں حضرت ابن عمرؓ کی اقتداء کریں۔ حضرت ابن عمرؓ عرفات اور دوسرے مواقع سے حجاج بن یوسف کا انتظار کئے بغیر بڑھ جاتے تھے۔ حجاج کی فرعونیت کیا اس کو گوارہ کرتی مگر عبدالملک کے حکم سے مجبور تھا۔ اس لئے آپ کی جان کا خواہاں ہو گیا۔

(ابن خلکان (۲۳۲/۱) و اسد الغابۃ (۲۳۰/۳))

اگرچہ ان روایتوں کی صورت واقعہ میں اختلاف ہے مگر تضاد نہیں، اس لئے ان میں سے کسی کو غلط نہیں کہا جاسکتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام واقعات یکے بعد دیگرے پیش آتے رہے

مگر حجاج ضبط کرتا رہا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ ابن عمرؓ کے سامنے اس کی نہیں چلتی اور وہ اس کو مطلق دھیان میں نہیں لاتے تو اخیر میں آپ کا قصہ ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا، لیکن علی الاعلان وہ آپ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اس لئے یہ صورت نکالی کہ اپنے آدمیوں میں سے کسی کو حکم دیا کہ وہ حج کے موقع پر جب لوگوں کا ازدحام ہوتا ہے زہر آلود نیزہ سے آپ کے پاؤں میں خراش دے دیں اس ازدحام میں زخمی کرنے والا گرفتار بھی نہ ہو سکے گا اور خوب کے اثر آپ کی موت بھی واقع ہو جائے گی، چنانچہ تقدیر الہی میں یہی لکھا تھا۔ جب آپ بیمار ہوئے تو حجاج عیادت کے لئے آیا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ کاش مجھے ملزم کا پتہ چل جاتا تو میں اس کی گردن اڑا دیتا۔ آپ نے فرمایا ”تم ہی نے یہ سب کیا اور پھر کہتے ہو کہ میں مجرم کو قتل کر دیتا۔ نہ تم حرم میں اسلحہ باندھنے کی اجازت دیتے نہ یہ واقعہ پیش آتا۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

ہر لب پہ یہ سوال ہیں ان کا جواب دو

غارت گرانِ خونِ شہیداں جواب دو

(مستدرک حاکم ۵۵/۳)

حضرت ابن عمرؓ کو مدینہ منورہ میں وفات پانے کی بہت تمنا تھی، چنانچہ جب آپ کی حالت نازک ہوئی تو دعا کرتے تھے کہ خدایا! مجھ کو مکہ میں موت نہ دے۔ آپ نے اپنے صاحبزادے سالم کو وصیت کی کہ اگر میں مکہ ہی میں مر جاؤں تو حدود حرم کے باہر دفن کرنا کیونکہ جس زمین سے ہجرت کی ہے اسی کی پیوند خاک ہوتے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ وصیت کے چند دنوں بعد سفر آخرت کیا اور علم و عمل اور اتباع سنت کا یہ آفتاب تاباں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔

ایک طوفان طلب روح میں پیدا کر کے

چھپ گئے آپ کہاں؟ حشر یہ برپا کر کے

اجنبی میں ہوں زمانے سے زمانہ مجھ سے

عشق نے چھوڑ دیا ہے مجھے تنہا کر کے

وفات کے بعد وصیت کے مطابق لوگوں نے حرم کے باہر دفن کرنا چاہا مگر حجاج نے مداخلت کر کے خود ہی نماز جنازہ پڑھائی اور مجبوراً مہاجرین کے ”خ“ نامی قبرستان میں دفن کئے گئے۔

ملخص از سیر الصحابہ (۱۶/۲-۱۸)

گم ہو گیا تو منزل ذوق طلب ملی
منزل کی جستجو میں تو بھٹکا ہوا تھا میں
بازار میں کہیں میری قیمت نہ لگ سکی
کیفی سبب یہ ہے کہ در بے بہا تھا میں
تمت بالخیر

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

از قلم

محمد اویس سرور

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

یکم اپریل ۲۰۰۷ء

فہرِس المراجع

محمد بن اسماعیل البخاریؒ	الصحيح البخارى
مسلم بن الحجاج القشیریؒ	الصحيح لمسلم
سليمان بن اشعث السجستانيؒ	السنن لابى داود
محمد بن عيسى الترمذیؒ	الجامع للترمذی
محمد بن يزيد القزوينیؒ	السنن لابن ماجه
احمد على المتقیؒ	کنز العمال
امام ابن کثیرؒ	تفسير ابن کثیر
امام حاکم شہیدؒ	مستدرک الحاکم
احمد بن حنبلؒ	المسند احمد
مالک بن انس الاصبحيؒ	الموطا للامام مالک
اسماعيل بن محمد اصفهانی ابن قوامؒ	الترغيب و الترهيب
ابو نعيم الاصفهانیؒ	حلیة الاولیاء
محمد يوسف الكاندهلویؒ	حياة الصحابة
ابن حجر العسقلانیؒ	الاصابة
ابن حجر العسقلانیؒ	تهذيب التهذيب
ابن الاثيرؒ	اسد الغابة
امام ابن سعدؒ	طبقات ابن سعد
ابن القيم الجوزيةؒ	اعلام بالموقعین
ابن عبد البرؒ	جامع العلم
مولانا شاہ معین الدین ندویؒ	سیر الصحابة
شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ	فضائل اعمال
قاضی اطہر مبارکپوریؒ	خیر القرآن کی درس گاہیں